حیاتِ اقبال کے چند نئے گوشے

آندھرا پردیش آرکائیوز حیدرآباد دکن (بھارت)

کی

دستاویزات کی روشنی میں؛

تحقیق : سید شکیل احمد

صفحات ذیل میں اقبال اکادمی حیدر آباد دکن کے سہ ماہی مجلہ "اقبال ریویو" کا وہ خصوصی شمارہ (اپریل جون ۸۴ء) مکمل پیش کیا جا رہا ہے، جو اندھرا پردیش کے خزینہ مسل میں موجود اقبالیاتی مواد کے اختصاصی مطالعہ پر مشتمل ہے۔ اس شمارے میں اقبال کے غیر مطبوعہ خطوط، ان کا ردعمل، پس منظر و پیش منظر اور سرکار حیدر آباد سے روابط کی تفصیل بھی پہلی بار منظر عام پر آئی ہیں اور ان سے حیات اقبال کے کچھ نئے گوشے سامنے آتے ہیں۔

ادارہ یہ قیمتی مواد اقبال اکادمی دکن کے شکریہ کے ساتھ شائع کرتا ہے ــــ اشاعت اول میں جو اغلاط رہ گئی تھیں وہ طباعت میں دور کر دی گئی ہیں۔

(ادارہ)

سخن ہائے گفتنی

غالباً ۱۹۷۷ء کی بات ہے ڈاکٹر ضیاء الدین احمد شکیب (حال مقیم انگلستان) کے ذریعے یہ اطلاع ملی کہ آندھرا پردیش کے ریاستی دفتر اسناد (سابق دفتر دیوانی و مالی) میں علامہ اقبال کے بارے میں کچھ مواد ہے۔ میں نے اسی وقت فیصلہ کر لیا تھا کہ اقبال ریویو کی ایک اشاعت کو اس کے لیے وقف کر دینا چاہیے۔ چنانچہ میں نے جناب سید شکیل احمد صاحب سے گزارش کی کہ وہ اس سلسلے میں مدد کریں۔ شکیل احمد صاحب اپنی علمی مصروفیات کے ساتھ ساتھ اس کام میں بھی مصروف رہے۔ بیسیوں فائلوں FILES سے قطرہ قطرہ معلومات فراہم کر کے تحقیق کا پیمانہ چھلکا دیا۔ اقبالیات کی محفل میں اس نئے محقق کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں۔ یہ ان کے استقبال کے لیے کوئی رسمی جملہ نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی ایک آواز ہے۔ سید شکیل احمد آندھرا پردیش اسٹیٹ آرکائیوز میں اسسٹنٹ آرکائیوسٹ ہیں۔ خاموشی کے ساتھ علمی ریاضت ان کی عادت بن چکی ہے۔ کم سخن بھی ہیں اور منکسر المزاج بھی اور ایک بڑی علمی اور تہذیبی روایت کے امین بھی ہیں۔ ان کی لگن اور جستجو کی دلیل تو وہ مواد ہے جو اس اشاعت کے ذریعہ سامنے آ رہا ہے۔ اقبالیات میں ان کا مقام محفوظ ہے اقبال کی زندگی کے کسی بھی گوشے پر تحقیقی کام کرنے والے مورخ کو ان اوراق کی بے حد ضرورت پڑے گی۔ اقبال اکیڈمی کی جانب سے اور شخصی حیثیت سے بھی میں جناب شکیل کا احسان مند ہوں کہ اقبال کی زندگی کے بعض اہم گوشے ان کی تحقیق کے نتیجہ میں سامنے آ رہے ہیں۔

پیش نظر مواد میں اقبال کے سات ایسے خطوط کا پتہ چلتا ہے جن کے بارے میں اقبال کے طالب علم ابھی تک ناواقف تھے۔ یہ سارے خطوط غیر مطبوعہ ہیں۔ پہلی مرتبہ ان کا متن سامنے آیا ہے۔ ان میں چار خط ایسے ہیں جن کی نقول قدیم حیدرآباد کی سرکاری اسناد میں دستیاب ہوئی ہے۔ تین خط ایسے ہیں جو علامہ اقبال کے قلم سے اصلی حالت میں محفوظ ہیں ان کے عکس اس شمارے میں شامل ۔ ان سات خطوط کی تفصیل تاریخی اعتبار سے درج ہے۔

۱۔ ۹۔ دسمبر ۱۹۲۸ء ———— اس کے مکتوب الیہ غالباً جامعہ عثمانیہ کے مسجل ہیں حیدرآباد

لیکچرز کے سلسلہ کا یہ پہلا خط ہے۔

۲۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۲۸ء — یہ خط بھی ارباب جامعہ عثمانیہ کے نام ہے اس میں لیکچرز کے عنوانات اور دیگر تفصیلات کی قطعیت ملتی ہے۔

۳۔ ۲۶۔ فروری ۱۹۲۹ء — یہ خط ادارۂ معارف اسلامیہ لاہور کے سلسلہ میں سے ہم امین جنگ کے نام ہے۔

۴۔ ۳۔ جنوری ۱۹۳۰ء — حمید احمد صیقل جامعہ عثمانیہ کے نام ۱۹۳۰ء میں لیکچرز کی دعوت پر معذوری کے اظہار کے سلسلہ میں

۵۔ ۲۔ مئی ۱۹۳۱ء — یہ تینوں خط علامہ کے صاحبزادے آفتاب اقبال کے سلسلہ

۶۔ ۱۴ مئی ۱۹۳۱ء — میں ہیں اور سر اکبر حیدری کے نام ہیں۔

۷۔ ۲۔ فروری ۱۹۳۷ء

ان خطوط کے علاوہ اقبال کے بارے سارا مواد بالکل نیا سامنے آرہا ہے علامہ اقبال کے فکر و فن پر نقادوں، دانشوروں کے فیصلے تو ہمارے سامنے ان ہزاروں صفحات میں پھیلے ہوئے ہیں جو کتابوں اور رسائل کی شکل میں چھپ چکے ہیں لیکن ہندوستان کی ایک اہم مسلم حکومت (حکومت آصفیہ) کی کونسل اور فرمانرواؤں نے ان کے بارے میں مختلف اوقات میں مختلف وجوہات کی وجہ سے غور و خوض کیا اور فیصلے کیے۔ یہ بات پہلی بار دستاویزی ثبوت کے ساتھ سامنے آئی ہے۔

۱۹۳۲ء میں نواب حمید اللہ خاں والی بھوپال نے اعلیٰحضرت حضور نظام آصف سابع کے نام اپنے ایک سفارشی خط میں علامہ اقبال کی مالی امداد کے لیے توجہ دلائی تھی۔ یہ خط اقبال کے بارے میں نواب صاحب بھوپال کی شخصی رائے کے ساتھ ساتھ اقبال کی شہرت اور ان کی خدمات کے بارے میں بھی جو عمومی رائے تھی اس کو پیش کرتا ہے۔ اس خط کو نظام سابع اپنی کونسل میں بھیج کر رائے طلب کرتے ہیں۔

۱۹۳۲ء میں کونسل کی رائے "ملکی غیر ملکی عصبیت کی وجہ سے اقبال کے حق میں نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکومتی سطح پر اقبال کی قدر دانی کے لیے حالات پوری طرح سازگار نہیں تھے۔ نواب مہدی یار جنگ کی یہ رائے اس موقع پر قطعی اور حتمی صورت اختیار کر لیتی ہے کہ اقبال کی مالی امداد کے تعلق سے معذوری کا اظہار کر دیا جائے ——— چنانچہ نظام اسی پر عمل کرتے ہیں۔

دوسری مرتبہ ریاستی کونسل میں اقبال کی شخصیت اس وقت مسئلہ بنی جبکہ اقبال کی یادگار قائم کرنے کے لیے حیدرآباد میں زور و شور کے ساتھ سرگرمیاں جاری تھیں۔ یہ واقعہ ۱۹۴۲ء کا ہے۔ چنانچہ اب کونسل کی رائے بالکل ہی دوسری ہے۔ ۱۹۳۲ء سے ۱۹۴۲ء تک حالات بالکل ہی بدل چکے تھے۔ کونسل کی اس قرارداد کو تاریخ میں ایک یادگار مقام حاصل رہے گا۔ اور اس پر دستخط کرنے والوں

میں نواب مہدی جنگ بھی شامل ہیں جن کی وجہ سے ۱۹۳۲ء میں اقبال کی مالی امداد کی کارروائی میں مناسب پیش رفت نہ ہو سکی تھی۔

"حضرت بندگان اقدس نے بکمال تدبر شاہانہ ممبران کونسل اور سرکاری عہدہ داران کے فرقہ وارانہ کاموں میں شریک نہ ہونے کی نسبت جو خیال ظاہر فرمایا ہے وہ بالکل بجا و درست ہے جس سے کونسل کو بالکل اتفاق ہے۔ البتہ اقبال مرحوم کی حد تک کونسل یہ عرض کرنے کی جرأت کرتی ہے کہ اگرچہ اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعہ مسلم قوم کو بیدار کرنے کی کوشش کی لیکن اس کے ساتھ ہی ان کا کلام فرقہ واریت یا تعصب سے مبرا ہے اور ایک فلسفیانہ شاعر کی حیثیت سے ان کی تالیفات تمام ہندوستان میں بلکہ ہندوستان کے باہر بھی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ پس اقبال کی کوئی یادگار قائم کرنے کی تحریک ہو اور اس میں ملازمین سرکار بھی اپنی خانگی حیثیت سے شرکت کریں تو بظاہر کوئی قباحت نہیں پائی جاتی۔"

ظاہر ہے اس تبدیلی کے اسباب موجود تھے۔ ان کو سمجھنے کے لیے اس دور کو سمجھنا پڑے گا۔ اس وقت تفصیل سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالنا مقصود نہیں ہے۔ صرف یہ اشارہ کافی ہے۔ ۱۹۴۲ء تک اقبال شناسوں کا ایک فعال حلقہ حیدرآباد میں پیدا ہو چکا تھا جس کی راہنمائی کی ذمہ داری قاید ملت نواب بہادر یار جنگ نے قبول کی تھی۔ اقبال شناسی اور اقبال فہمی کی ایسی تابناک روایت جس کے اثرات انقلاب زمانہ کے باوجود ختم نہیں ہو سکے۔ قائد ملت کے اثر و رسوخ اور مقبولیت کا حکومت پر دو طرح کا اثر تھا۔ وہ حکومت کے معتوب بھی رہے لیکن سارے ماحول کو اپنے سوز دروں سے متاثر بھی کیا۔ اقبال کے تعلق سے تبدیلی میں ان کی ذات کو بڑا دخل تھا۔ کونسل میں حریت فکر رکھنے والے، جری اور حق گو بھی موجود رہتے۔ چنانچہ ۴۲ء کی قرارداد اور ۲۲ء کی قرارداد کے لب و لہجہ میں جو بین فرق ہے اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

یہ مواد جو نیز حکومت نظام کی انتظامی امثلہ کی وساطت سے سامنے آیا ہے اس کے ذریعہ نظام عہد کے طرز حکمرانی کو سمجھنے میں بھی بہت مدد ملے گی۔ حکمران کی ذمہ داری، درباری فضا، ملک کی سیاسی صورت حال سماجی زندگی کے اہم نقوش اس مواد کے پس منظر میں صاحبان فکر کیلئے سامنے موجود ہیں۔ اقبال نے شخصی طور پر اپنے لیے کبھی کوئی امداد نہیں چاہی۔ اقبال کے دوستوں اور چاہنے والوں کا ایک حلقہ ضرور ان کی مالی امداد کے لیے کوشاں رہا جس میں بوجوہ کامیابی نہیں ہوئی۔ البتہ اقبال نے انجمن حمایت اسلام کے سیکریٹری مولوی شمس الدین کی سفارش کی تو ان کے لیے تاحیات مشاہرہ مقرر ہوا۔ ادارہ معارف اسلامیہ کے لیے کوشش کی تو سالانہ دو ہزار کی خطیر رقم منظور ہوئی۔ اقبال کے انتقال کے بعد ان کے پسماندگان کے لیے وظیفے مقرر کیے گئے۔

آفتاب اقبال کا معاملہ بالکل ہی الگ معلوم ہوتا ہے وہ حکومت نظام کے وظیفہ پر اعلیٰ تعلیم کے لیے لندن گئے۔ اپنی ذاتی کوششوں سے اقبال کے نام کو استعمال کر کے سر اکبر حیدری اور دوسرے ریاستی حکام سے مدد حاصل کرتے رہے۔ اقبال کے علم میں جب ان کی تگ و دو آئی تو اقبال نے اپنی ناپسندیدگی کا

برملا اظہار کیا جیسا کہ ان کے خطوط سے ظاہر ہے۔

یہ تحقیقی مواد جوں کا توں شائع کیا جارہا ہے اصلائے عام ہے یاران نکتہ دان کے لیے۔ اقبال کے ماہرین اس مواد کو مختلف انداز میں استعمال کریں گے۔ تحقیق کا سلسلہ جاری رہے گا۔ ممکن ہے کہ اس مضمون میں پیش کی گئی کسی رائے یا کسی نتیجے سے اختلاف بھی کیا جائے۔ اس کے لیے ضروری ہو گا کہ محض قیاس آرائی نہ کی جائے بلکہ ٹھوس تحقیقی مواد کی روشنی میں دلائل پیش کیے جائیں۔

یہ تحقیق ہمارے سامنے علامہ اقبال کو معروضی انداز میں پیش کرتی ہے۔ وہ شخص جس نے اپنی ساری زندگی بنی نوع انسان کی سود و بہبود کے لیے وقف کر رکھی تھی، اپنی حیات کے ایک خاص دور میں عمل اور ردِ عمل کی روداد کا موضوع بن گیا۔ وہ ایک مردِ خود آگاہ تھا۔ غیر تخلیقی سماج میں شعور و آگہی کی راہوں کو عام کرنے کے لیے مسلسل جد و جہد کرتا رہا۔ اس کی عظمتوں کا عرفان ابھی باقی ہے اس کی رفعتوں کو سمجھنے کے لیے ہو سکتا ہے کہ ہمیں تنقید و تحقیق کے ایک بے کراں سمندر کو عبور کرنا پڑے۔

ناسپاسی ہو گی اگر محکمہ آندھرا پردیش آرکائیوز کا شکریہ ادا نہ کیا جائے جن کی اجازت نے سید شکیل احمد صاحب کو اس لائق بنایا کہ وہ اس قیمتی اسناد سے استفادہ کر سکیں۔ اسی لیے میں اقبال اکیڈمی کی طرف سے ارباب محکمہ آندھرا پردیش آرکائیوز کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

میں ڈاکٹر گیان چند پروفیسر آف اُردو سنٹرل یونیورسٹی حیدر آباد کا ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے جناب شکیل احمد کی تحقیق پر اپنی گراں قدر رائے کا اظہار فرمایا ہے۔

اقبال ریویو کی اس اشاعت کے سلسلہ میں جناب خلیل اللہ حسینی صدر اقبال اکیڈمی کی سرپرستی اور جناب رحیم قریشی معتمد عمومی کل ہند مجلس تعمیرِ ملت کی شخصی دلچسپی نے میرے کام میں آسانیاں پیدا کیں میں ان کے لیے دعائے خیر کرتا ہوں۔ محمد ظہیر الدین احمد صاحب نائب صدر اقبال اکیڈمی کے قیمتی مشورے اس اشاعت کی صورت گری میں شامل ہیں اس لیے ان کا شکریہ ادا کرنا بھی مجھ پر واجب ہو جاتا ہے۔

اقبال پر تحقیق کا سلسلہ جاری ہے آئندہ مزید انکشافات کی توقع کی جا سکتی ہے۔

گماں مبر کہ بہ پایاں رسید کارِ مغاں
ہزار بادۂ ناخوردہ در رگِ تاک است!

مئی ۱۹۸۴ء
مصلح الدین سعدی

ڈاکٹر گیان چند

سید شکیل احمد کی دریافت

عظیم انسانوں اور عظیم ادیبوں کی زندگی کی چھوٹی سے چھوٹی تفصیل ہماری دلچسپی کا موضوع ہوتی ہے۔ شہرت و عظمت کی اتنی قیمت تو دینی ہوتی ہے کہ بڑوں کا درون خانہ عوام کی سیرگاہ ہوتا ہے، اس کا ہر نجی قول و فعل صحافت کی ملک ہوتا ہے۔ علامہ اقبال کی زندگی اور شخصیت کے دور کے ہر گوشے اور زاویے پر اس طرح نگاہ ڈالی جا رہی ہے جیسے انکم ٹیکس والے کسی فلم ایکٹر کی خانہ تلاشی لیتے ہیں اور اس کا شہر میں اس کے ہر سونے اور روپے کو ادھیڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ ایک صاحب نے اقبال کی متنوع آمدنی کی دریافت کی مختلف ذریعوں میں انھوں نے کتنے درجے بنائے اور ان سے کتنے روپے کرایہ کی بابت ہوئی، وکالت سے ان کی کتنی آمدنی تھی، انکم ٹیکس کے لیے کتنی آمدنی تشخیص کی گئی وغیرہ۔

معلوم نہیں اقبال پر کتنی کتابیں لکھی جا چکی ہیں، ماہر اقبالیات جانیں۔ جگن ناتھ آزاد کہتے تھے کہ ڈیڑھ ہزار کے لگ بھگ ہو گئی ہیں۔ رسالوں اور مجموعوں میں ان پر لکھے گئے مضامین کی تدوین کی جائے تو اور ڈیڑھ ہزار مجموعے تیار ہو جائیں گے۔ کیا ایسی ہزار کتابوں و ہزار ہا مضامین ذات کے بارے میں کوئی نئی بات پیش کرنا ممکن ہے؟ بظاہر اس کی امید نہیں لیکن ماضی کے شاہنامہ بزرگ کے مجلد اوراق اور مجلد سطریں ہمارے سامنے کہاں آئی ہیں۔ اس گنجائش کے سبب اب بھی کوئی محقق ماضی کے دفینوں میں سے چند ایام، چند ساعتوں، چند رقعوں کی بازیافت کر کے اقبال کے بارے میں کچھ ایسی بات پیش کر دیتا ہے جس سے اقبال شناس ابھی تک واقف نہ تھے۔

اپنے صوبے کے باہر اقبال کا تعلق دو شہروں بھوپال اور حیدر آباد سے قریب رہا۔ اقبال اور حیدر آباد نام کی تصنیف کے باوجود اقبال کے حیدر آباد سے تعلق کے بارے میں اب بھی کچھ نیا مواد باقی ہے۔ سید شکیل احمد صاحب آرکائیوز میں اسسٹنٹ آرکائیوسٹ ہیں۔ انھوں نے دفتری فائلوں سے اسی قسم کی نئی معلومات پیش کی ہیں۔ اقبال سے متعلق دفتری مراسلات کے چہرے سے نقاب کشائی کی ہے۔ اقبال کی تنقید پر تو باذوق نقاد کاغذ سیاہ کر سکتے ہیں لیکن ان کی تحقیق میں کوئی اضافہ کرنا کارے دارد۔ شکیل صاحب

نے اسی جعفت خواں کا ایک طبقہ سر کیا ہے۔

ان کی دریافت کا سب سے اہم نسخہ اقبال کے چند نئے انگریزی خطوط ہیں۔ یہ خطوط پہلی بار سامنے آرہے ہیں اور ان کی اصل تحریر اقبال کی تحریر میں محفوظ ہے۔ کیا اچھا ہو کر یہ خطوط یہاں سے الگ کر کے کسی اقبال اکیڈمی یا اقبال میوزیم کو عطا کر دیئے جائیں۔

شکیل اسعد کے مضمون کے کئی حصے ہیں۔ ان کی سب سے پہلی اور تاریخ ساز دریافت اقبال اور کسی رام پرشاد کی مشترکہ تالیف "تاریخ ہند" ہے۔ میں اقبال کا محقق نہیں لیکن مجھے مصلح الدین سعدی صاحب کی یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے کہ اس کتاب کا ذکر پہلی بار کیا جا رہا ہے۔ کتاب کی پھسپھسی زبان دیکھ کر ایسا شبہ ہوتا ہے کہ یہ رام پرشاد ہی کا کارنامہ ہے جس میں اقبال کا نام بحیثیت شریک مؤلف ڈال دیا گیا ہے۔ ۱۹۱۷ء میں یہ کتاب اورینٹل امتحان کے نصاب میں شامل تھی جب اسے میٹریکولیشن کے نصاب میں داخل کرنے کی تجویز کی گئی تو اس کا جائزہ لیا گیا اور روزنامہ صحیفہ میں اس کے خلاف مضمون شائع ہوا۔ اس کا ایک جملہ ملاحظہ ہو۔

"اس زمانہ کے قریب ایک بڑا بھاری واقعہ ظہور میں آیا۔ نظام الملک صوبہ دار دکن خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔"

"بن بیٹھا" کے فقرے سے ظاہر ہے کہ مصنف کی نظر میں یہ فعل ناپسندیدہ تھا۔ حضور نظام کے جد اعلیٰ کے بارے میں اس انداز سے لکھا جائے تو نتیجہ معلوم۔ میٹرک میں داخل کرنے کے بجائے کتاب کو اورینٹل امتحان کے نصاب سے بھی خارج کر دیا گیا۔ مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ شعبان ۱۳۲۵ھ (۱۹۰۷ء) میں حیدرآباد میں ایک اقبال کلب تھا جس نے نظام سادس میر محبوب علی خان کی سالگرہ منائی۔ ۱۹۰۷ء میں اقبال اتنے بڑے شاعر نہ تھے۔ واقعی حیرت کی بات ہے کہ اس زمانے میں ان کے وطن سے اتنی دور اقبال کلب بن گیا تھا۔ مضمون میں ۱۹۰۸ء میں حیدرآباد میں اقبال کے توسیعی لیکچرز کا ذکر ہے (ص ۶)۔ مجھے یہ غیر مصدقہ غیر معلوم ہوتا ہے۔

مضمون کا دوسرا موضوع جنوری ۱۹۲۹ء میں حیدرآباد میں اقبال کے توسیعی لیکچرز ہیں۔ لیکچروں سے قطع نظر مضمون سے معلوم ہوا کہ معتمد سیاسیات نے اقبال کے بلا وسٹ گیسٹ ہاؤس میں قیام پر اعتراض کیا تھا۔ مدار المہام مہاراجہ سرکشن پرشاد نے خود اس کا حکم جاری کیا۔ مضمون سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مہمان خانے میں قیام یا لیکچر کے لیے ٹاؤن ہال کے استعمال جیسی معمولی باتوں کی اجازت خود نظام دیتے تھے۔ مضمون نگار نے اس موقع پر اقبال کی ضیافت اور انہیں پیش کئے گئے تحائف کی تفصیل روپیہ آنہ پائی کے ساتھ دی ہے۔

اقبال نے لاہور میں ادارۂ معارف اسلامیہ قائم کیا۔ حیدرآباد سے واپس ہو کر اگلے ہی مہینے انہوں

نے حکومت حیدر آباد سے اس کے لیے گراں قدر مالی امداد کی سلسلہ جنبانی کی۔ اس موضوع پر حیدر آباد کے دفاتر میں لکھا پڑھی ہوئی۔ عثمانیہ یونیورسٹی سے مشورہ کیا گیا جیسا کہ دفتر شاہی کا قاعدہ ہے۔ ناظم تعلیمات نے عطیے پر بعض اعتراضات کیے اس کے باوجود باب حکومت/ریاستی کونسل نے تین سال کے لیے دو ہزار روپیہ سالانہ کی امداد منظور کی جس پر نظام نے صاد کیا۔ مضمون میں اس سلسلے کی جملہ تفاصیل درج ہیں۔

مضمون کا چوتھا موضوع ہے نواب بھوپال حمید اللہ خاں کا نظام حیدر آباد کو خط لکھنا کہ اقبال کی مالی امداد کے لیے ایک ہزار روپے ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔ مضمون نگار نے نواب بھوپال کا اصلی خط پیش کیا ہے۔ اتنی اونچی سفارش کے باوجود حیدر آباد کے حکام اور خود نظام نے درخواست مسترد کر دی سب کے سامنے کا اعتراض یہ کیا گیا کہ خود نواب بھوپال یہ وظیفہ کیوں نہیں دے دیتے۔

مضمون کا پانچواں موضوع سر اکبر حیدری کے دور وزارت عظمیٰ میں آفتاب اقبال کی مالی امداد کے لیے درخواست ہے۔ اس پر سردار امراؤ سنگھ شیر گل نے سفارشی چٹھیاں لکھیں۔ یہ خطوط اور متعلقہ کاغذات اصلاً پیش کیے جاتے ہیں واضح ہو کہ اس سے پہلے ۱۹۲۱ء میں اپنے قیام لندن کے دوران بھی آفتاب اقبال کو حیدر آباد کی جانب سے ۱۹۰ پونڈ قرض کے طور پر دیئے گئے تھے جو بعد ان کی "عسرت" اور مالی مشکلات کے پیش نظر معاف کر دیئے گئے۔

اقبال کے انتقال کے بعد ان کے پس ماندگان کے وظیفے کے لیے کوشش کی گئی۔ اس کے محرک عثمانیہ یونیورسٹی کے ڈاکٹر مظفر الدین قریشی تھے۔ انھوں نے اقبال کی بیواؤں اور چھوٹے بچوں کے علاوہ آفتاب اقبال بیرسٹر کی امداد کے لیے بھی لکھا تھا۔ میر عثمان علی خاں نے بیواؤں اور چھوٹے بچوں کے لیے معینہ مدت کے وظیفے منظور کر دیئے لیکن آفتاب اقبال کے لیے بجا طور پر لکھا کہ جو شخص قانونی پریکٹس سے روپیہ کما رہا ہے اس کو امداد دینا چہ معنی دارد۔

مندرجہ بالا موضوعات میں سے بیشتر پہلے سے معلوم ہیں ان کی اکثر تفصیلات بھی معلوم ہیں لیکن دفتری ریکارڈ اور اس دستاویزوں سے شکیل احمد نے جو جزئیات فراہم کی ہیں وہ ان کا تحقیقی کارنامہ ہے ان تحریروں اور فرامین سے حیدر آباد کے حکام بلکہ خود نظام کا اقبال کی طرف زاویہ نظر معلوم ہوتا ہے۔ اقبال کے اصل ہمدرد دو مدار المہام مہاراجہ سر کشن پرشاد اور سر اکبر حیدری تھے۔ شکیل صاحب نے درون خانہ کا نظارا کرا کے مختلف اہلکاروں کا اقبال کی طرف رویہ اجاگر کیا ہے۔ ان کا اعتراض تھا کہ ریاست کا روپیہ ایک غیر ملکی کو کیوں دیا جائے حالانکہ ملت کے اتنے بڑے خادم کو کسی علاقے کے ساتھ پابند کرنا مناسب نہ تھا دفتر شاہی قید مقام میں پا بہ گل رہی۔

اس طرح سوانح اقبال کے مطالعے میں یہ مضمون بالخصوص اقبال سے منسوب ایک نئی تالیف اور نئے خطوط اہم اضافہ ہیں۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

(آندھرا پردیش اسٹیٹ آرکائیوز کی چند حیدرآبادی اسناد و دستاویز کی روشنی میں)

اقبال بحیثیت مؤرخ ہندوستانی

شاعر مشرق ڈاکٹر سر محمد اقبال کو ایک مایہ ناز فلسفی اور بلند مرتبت شاعر کی حیثیت میں تو سبھی جانتے ہیں لیکن ایک مؤرخ کی حیثیت سے بہت کم لوگ جانتے ہوں گے۔ دفتر معتمدی سرکار عالی صیغہ عدالت و کوتوالی امور عامہ کی ایک مثل جو کم و بیش (۴۰) صفحات پر مشتمل ہے ہمیں اس امر سے واقف کراتی ہے کہ ڈاکٹر اقبال اور رام پرشاد کی ایک مشترکہ تصنیف "تاریخ ہند" ۱۹۱۴ سے ۱۹۱۷ تک امتحان السنہ مشرقیہ کے نصاب Oriental Title Examination Syllabus میں داخل تھی لیکن جب اسے میٹریکولیشن کے نصاب میں بھی داخل کیا گیا تو روزنامہ صحیفہ مورخہ ۹/ شعبان ۱۳۳۶ھ م ۲/ مئی ۱۹۱۸ء میں ایک مضمون اس کے خلاف شائع ہوا اور کتاب کے بعض قابل اعتراض حصوں کی نشاندہی کی گئی خصوصاً وہ جو خانوادۂ آصفی کے بعض سابق حکمرانوں کے بارے میں لب و لہجہ اور معلومات کے لحاظ سے بے ادبی اور غلط تاویلات پر مبنی تھے، نیز اس کتاب کو نصاب سے خارج کرنے کی مہم بھی شروع کر دی گئی۔ چنانچہ محکمہ تعلیمات کی مشینری حرکت میں آگئی البتہ نظامت تعلیمات کو اپنے دفاع میں خاصی محنت کرنا پڑی کیونکہ اصلاح نصاب السنہ مشرقیہ کے لیے قائم کردہ اس کی ایک کمیٹی نے جو حسب ذیل چند علماء اور نامور معلمین پر مشتمل تھی اس کتاب کو متفقہ طور پر داخل نصاب کرنے کی سفارش کی تھی۔

۱۔ مولوی حمید الدین فراہی پرنسپل دارالعلوم کالج	صدر
۲۔ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب پروفیسر //	رکن
۳۔ مولوی محمد تاج الدین صاحب // //	//
۴۔ مولوی محمد عبدالواسع صاحب // //	//
۵۔ مولوی محمد شبیر علی خاں صاحب // //	//
۶۔ جناب امرت لال صاحب // //	//
۷۔ جناب عبدالرحمٰن خاں صاحب پروفیسر نظام کالج	//

۸۔ مولوی عبدالحق صاحب مہتمم تعلیمات اورنگ آباد
۹۔ مولوی محمد مرتضیٰ صاحب معتمد تعلیمی کانفرنس حیدرآباد
۱۰۔ مولوی خان فضل محمد خان صاحب پرنسپل سٹی ہائی اسکول
۱۱۔ ناظم صاحب تعلیمات (مسٹر الماللطیفی) بحیثیت مشیر

اس سلسلے میں ایک دلچسپ بات یہ بھی سامنے آئی کہ مذکورہ کتاب کے ڈاکٹر اقبال کے نام سے منسوب ہونے پر جناب حبیب الرحمٰن خان شیروانی صدر الصدور صدر یار جنگ نے شک و شبہ کا اظہار کیا جیسا کہ ان کی حسب ذیل تحریر سے ظاہر ہے:۔

"میں نے تاریخ ہند دیکھی۔ مجھ کو تعجب ہے کہ اس پر ڈاکٹر اقبال کا نام ہے حالانکہ نہ اس کے لٹریچر میں نہ اس کے مطالب میں وہ زندہ دلی یا زندگی ہے جو اقبال کا حصہ ہے۔ تاریخ اس خاص ٹائپ اور انداز کی ہے جو کسی نہ کسی طرح مدارس کی تعلیم کے واسطے مقرر ہوگئی ہے۔ بجائے اس کے دوسری تاریخ نامزد کر لینے کا سوال مشکل ہے اس لیے کہ ہندوستان میں عموماً اسی قسم کی تاریخیں دستیاب ہوتی ہیں۔ جہاں تک جلد ممکن ہو سکے جدید عمدہ تاریخ تالیف کرا کر اس کو خارج کر دینا چاہیے۔ اس تاریخ کو پڑھنے سے طلبا کے دماغ پر ہرگز وہ اثر نہیں پڑ سکتا جو تاریخ کے فن شریف کی تعلیم سے ہونا چاہیے" (دستخط صدر الصدور مورخہ ۷ ذیقعدہ الحرام ۱۳۴۹ھ) (مثل نشان ۱۴/۱ (تعلیمات/ ۲۷، ۱۳۲ ف محکمہ مذکورہ بالا بہرحال دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کی جانب سے جدید کتاب تیار کرنے سے قبل ہی "تاریخ ہند" پر مذکورہ بالا کتاب کو خارج از نصاب کر دیا گیا۔

اس لیے خانوادہ آصفی پر بعض ریمارکس کی وجہ خود اعلیٰ حضرت نظام دکن میر عثمان علی خان بہادر کی توجہات بھی اس کے اخراج کے سلسلے میں ہموار ہوگئیں تھیں جیسا کہ حسب ذیل عبارت (منقولہ معتمد پیشی۔ افسر جنگ) سے ظاہر ہے:

"سوال یہ ہے کہ جدید و مناسب تاریخ تالیف ہو کر شائع ہونے تک یہ تاریخ نصاب میں شامل رہنا مناسب ہے یا کیا اس کا جواب صدر الصدور صاحب کی رائے میں صاف طور سے درج نہیں ہے۔ پس صراحتاً اظہار رائے پیش ہو کہ جدید تاریخ کے تالیف و شروع تک یہ تاریخ نصاب میں شریک رہنے میں کوئی قباحت ہوگی یا نہیں"۔ (ایضاً) و نیز

"وہ کتاب تاریخ پہلے ملاحظہ اقدس کے واسطے گذرانی جائے اور تا حکم ثانی نصاب میں شریک نہ کیجئے"۔ (ایضاً) نظام دکن نے کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد اپنی رائے پر کسی قدر نظر ثانی کے بعد حکم دیا کہ

"جدید تاریخ ہند کی تالیف تک یا موجودہ کتاب سے کوئی بہتر تاریخ ہند دستیاب ہونے تک یہی کتاب ہنگامی طور پر شریک نصاب رہے۔ (ایضاً)

بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اولیں سرکاری حکم کے بموجب ایک گشتی کے ذریعہ اس کتاب کو خارج از

نصاب کر دیا گیا تھا اور دریں اثنا جناب سید ہاشمی فرید آبادی کی کتاب بھی دارالترجمہ سے تیار ہو گئی تھی اس لیے بالآخر ڈاکٹر اقبال کی تاریخ ہند خارج از نصاب کر دی گئی۔

ڈاکٹر اقبال کی مذکورہ تاریخ ہند کی ایک جھلک ناظر مذہبی کتاب درسیہ سرکار عالی جناب مولانا مصطفیٰ الدین صاحب کی رائے کے اقتباسات میں موجود ہے:

"اگر مسلمانوں کی خوشامد اور ہندوؤں کی مذمت سے قطع نظر کیجیے تو معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیب سخت گیر اور اعلیٰ درجہ کی لیاقت کا آدمی تھا۔ اس کے عہد میں سلطنت ظاہر میں عروج پر تھی۔ لیکن اس کا زوال شروع ہو گیا تھا۔ اور اس کے جانشینوں کو سخت مصیبتوں کا سامنا ہوا۔ پس کیا تعجب کی بات ہے کہ اس کی وفات کے بعد کچھ عرصہ نہیں لگا کہ سلطنت مغلیہ پانی کے بلبلے کی طرح بیٹھ گئی۔ لیکن یاد رکھو کہ اورنگ زیب کے عہد میں سلطنت مغلیہ میں ایسی شوکت و عظمت تھی کہ تمام دنیا تعجب کرتی تھی۔" (ص ۱۵۴ تاریخ ہند از ڈاکٹر اقبال)

اور "۱۷۱۹ء میں فرخ سیر تخت سے اتار کر قتل کیا گیا اور سید حسین علی و عبداللہ نے جس کا نام ہی بادشاہ گر پڑ گیا تھا، کئی برائے نام بادشاہوں کو تخت پر بٹھانے اور اتارنے کے بعد بہادر شاہ ظفر کے ایک پوتے کو محمد شاہ کے لقب سے تخت پر بٹھایا۔ اس زمانے کے قریب ایک بڑا بھاری واقعہ ظہور میں آیا۔ نظام الملک صوبہ دار دکن خود مختار بادشاہ بن بیٹھا" ص ۱۵۸-۱۵۹ ایضاً

۱۹۱۴ء میں ڈاکٹر اقبال کا حکومت نظام کے سرکاری حلقوں میں جو تاثر اور اثر و نفوذ تھا وہ مذکورہ مسل کے اقتباسات سے عیاں ہے لیکن اس سے کافی عرصہ قبل یعنی ۱۳۲۵ھ میں شہر کے ادبی حلقوں اور انجمنوں میں ان کا اس قدر چرچا تھا کہ "اقبال کلب" نامی ایک ادارہ قائم ہوا اور اس کے مختلف پروگراموں میں سر مہاراجہ کشن پرشاد یمین السلطنت حکومت آصفیہ کا شریک ہونا دکن میں اقبال کی مقبولیت ہی ظاہر نہیں کرتا بلکہ سرکاری و علمی حلقوں میں ان کی قدر دانی کا بھی مظہر ہے۔ اس کلب کے سیکرٹری جناب افضل علی تھے اور اس کے بانیوں میں مولوی محمد عزیز مرزا صاحب اور مولوی فیاض علی وغیرہ تھے۔ مسل نشان ۲۳ صیغہ پرائیویٹ سیکرٹری ۱۳۲۵ھ متعلقہ دفتر راجہ سر کشن پرشاد بہادر پیشکار مدار المہام سرکار عالی کے ذریعہ اس کلب کے سلسلے میں معلومات ملتی ہیں اور نیز اس کے ایک سالانہ جلسہ میں شرکت کی دعوت ملنے پر مہاراجہ بہادر کا نظام دکن سے اجازت طلب کرنا اور نظام کا حسب ذیل فرمان جاری کرنا علم میں آتا ہے:

"آپ کی عرضداشت معروضہ ۲ شعبان المعظم ۱۳۲۵ھ ملاحظہ کی گئی۔ میری سالگرہ کی تقریب میں اقبال کلب کا سالانہ جلسہ جو مرزا فیاض علی صاحب کے مکان میں ہونے والا ہے اس میں آپ شریک ہو سکتے ہیں (میر محبوب علی خان بہادر) پرانی حویلی ۵ شعبان المعظم حیدر آباد میں علامہ اقبال کے توسیعی لیکچرز: ۱۹۰۸ء اور اس کے بعد دو (۲) مرتبہ علامہ اقبال کے دورہ حیدر آباد کا تذکرہ بعض کتابوں میں ملتا ہے۔ مہاراجہ سر کشن پرشاد سے اقبال کے شخصی و دوستانہ مراسم تھے چنانچہ ان کے دور وزارت عظمیٰ ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء تا ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء

اور ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۵ء تا ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۵ء میں علامہ مرحوم نے اسفار حیدرآباد اختیار کیے۔

۱۹۲۹ء میں انہوں نے جامعہ عثمانیہ کی دعوت پر حیدرآباد کا دورہ کیا اس سلسلے کی اہم معلومات دفتر معتمد سرکار عالی صیغہ عدالت و کوتوالی و امور عامہ کی مثل نشان ۲۶ ۴۳/صیغہ یونیورسٹی بابتہ ۱۳۴۰ ف سے ملتی ہیں۔

مجلس اعلیٰ جامعہ عثمانیہ کے اجلاس منعقدہ ۲۲ دے ۱۳۳۸ ف ۲۶ نومبر ۱۹۲۸ء زیر صدارت سر اکبر حیدری نواب حیدر نواز جنگ بہادر بہ حسب ذیل دیگر اراکان شریک تھے۔

نواب مرزا یار جنگ بہادر

مہدی یار جنگ بہادر

علی نواز جنگ بہادر

مولوی محمد عبدالرحمن خان صاحب

سید محمد حسین صاحب

میجر فرحت علی صاحب

اس اجلاس کے ایجنڈہ کا فقرہ (۲۱) علامہ اقبال کو توسیعی لیکچرز کے لیے حیدرآباد مدعو کرنے سے متعلق تھا چنانچہ قرار پایا کہ

"ڈاکٹر سر محمد اقبال کو لکھا جائے کہ مدراس جاتے ہوئے حیدرآباد میں ٹھہر کر تین لیکچر بمعاوضہ ایک ہزار کلدار دیں۔ لیکچروں کے مضامین کا انتخاب ان کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے البتہ اس قدر تحریک کر دی جائے کہ بہتر ہوگا کہ انگریزی میں "تصوف" پر دو لیکچر اور اردو میں "نظم اردو" پر ایک لیکچر ہو۔" (مثل محولہ بالا) اس سلسلے کے دعوت نامے کے جواب میں ڈاکٹر اقبال نے لکھا۔

Thanks for your telegram which I received a moment ago. I hope to be able to reach Hyderabad before the 15th of January, 1929. So that you can Fix my Lectures for 15th, 16th and 17th. In fixing the time for the lecture on the 17th I would request you to bear in mind the fact that I propose to leave Hyderabad on the same day i.e. 17th.

Yours truly,
Sd.
Mohammad Iqbal

Lahore,
9th December 1928.

مذکورہ بالا خط کس کے نام لکھا گیا تھا یہ معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ شروع کارروائی سے جناب حمید احمد انصاری مسجل Registrar جامعہ عثمانیہ کا نام ان کی اور معتمد عدالت و کوتوالی و امور عامہ کی خط و کتابت میں ملتا ہے اور انہوں نے ہی مذکورہ خط کی ایک نقل روانہ کرتے ہوئے معتمد صاحب موصوف سے گزارش کی تھی کہ:۔

"ڈاکٹر سر محمد اقبال کو ان کے اعزاز کے لحاظ سے سرکاری دارالضیافت (گیسٹ ہاؤز) میں بطور سرکاری مہمان کے ٹھہرانا مناسب ہوگا۔"

بعد ازاں ڈاکٹر صاحب نے ایک دوسرے خط میں جو ۲۱/دسمبر ۱۹۲۸ء کا تحریر کردہ اور ان کے لیٹر پیڈ پر لکھا ہوا ہوگا (کیونکہ اس خط کے بائیں جانب

Dr.Sir Mohammad Iqbal, MLC
Barrister-at-Law,
Lahore.

لکھا ہوا ہے) حسب ذیل تحریر کیا ہے:۔

The following three lectures will be delivered both at Madras and Hyderabad in the order mentioned below:

1. Knowledge and Religious experience.
2. The Philosophical test of revelations of religious experience.
3. The Conception of God and the meaning of Prayer.

Yours sincerely,
Sd.
Mohammad Iqbal

اس دوسرے خط کی نقل بھی رجسٹرار جامعہ عثمانیہ نے محکمہ معتمد عدالت و کوتوالی و امور عامہ کی خدمت میں روانہ کی ہے۔ واضح رہے کہ مذکورہ محکمہ داخلہ Home Dept. کے مماثل تھا اور تعلیمات مع یونیورسٹی اس کے تحت تھے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کے دونوں خطوط کی نقول بھی مذکورہ مثل اور محکمہ سیاسیات Political Secy.'s Office کی مثل نشان بابتہ ۱۹۲۸ء میں شامل کی گئی ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے اصل Originals دفتر مسجل (رجسٹرار) جامعہ عثمانیہ سرکار عالی کی اسناد میں محفوظ ہوں گے جس کا نشان مثل ۵۲ بابتہ ۱۳۳۸ف اور مقدمہ "اکسٹنشن لیکچرز کے لیے ڈاکٹر سر اقبال کو دعوت" ہے۔ یہ مثلہ دفتر ریاستی اسناد میں برائے تحفظ موجود نہیں ہیں۔

سرکاری مہمان: علامہ اقبال کو سرکاری دارالضیافت میں ٹھہرانے کی نسبت

محکمہ عدالت و کوتوالی و امور عامہ اور محکمہ سیاست کے درمیان جو کارروائی چلی ہے اس کے بعض دلچسپ و عبرت انگیز پہلو بھی ہیں جن سے اس بات کا بھی اظہار ہوتا ہے کہ مختلف وجوہات کی بنا پر حکومت سرکار عالی کے بعض وزیر اور عہدیدار ڈاکٹر اقبال کو سرکاری مہمان بنانے یا ان کا سرکاری سطح پر استقبال کرنے سے متفق نہیں تھے۔ خود نظام حیدرآباد نے بھی دبے لفظوں میں "بلاوسٹ" میں ڈاکٹر اقبال کے ٹھہرائے جانے پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہے لیکن غالباً مہاراجہ کشن پرشاد کی شخصی دلچسپی کی وجہ یا اس موقعہ پر اپنی عدم موجودگی کی وجہ سے وہ (یعنی نظام) کچھ زیادہ مداخلت نہیں کر سکے۔

پہلی مرتبہ مسٹر بیجل صاحب کے مراسلے کے ردعمل کے طور پر جو تاثر معتمد عدالت نے اپنے محکمہ کی مثل میں دیا وہ یوں ہے:

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ یہاں نہ آسکیں گے اور شاید وقت بھی گذر گیا۔" (۱۲/بہمن ۱۳۳۸ف)

حالانکہ اس روز ڈاکٹر اقبال کا وہ خط بھی آیا تھا جس میں انھوں نے توسیعی لیکچرز کے لیے جامعہ عثمانیہ کی دعوت قبول کر لی تھی۔ بہرحال مسٹر بیجل جامعہ عثمانیہ کے بار بار اصرار اور محکمہ عدالت و کوتوالی و امور عامہ و نیز محکمہ سیاسیات کی تحریک و گذارش پر صدر اعظم بہادر مہاراجہ سر کشن کی خدمت میں معاملہ پہنچا تو موصوف نے حکم دے دیا کہ:

"یہ سرکاری مہمان رکھے جائیں۔ سرکاری مہمان بنانا اقتدار صدر اعظم ہے۔ اس خصوص میں عمل درآمد پیش کر دیا گیا ہے۔ اعلیٰحضرت کو زحمت دینا اسی حالت میں ضروری نہیں معلوم ہوتا۔ آئندہ سے اس کی پابندی کی جائے کہ کوئی مہمان بغیر منظوری صدر اعظم نہ ٹھہرایا جائے۔ البتہ ایسے مہمان جو پوزیشن رکھتے ہوں اس کے متعلق پیشگاہ خسروی میں اطلاع دینا صرف اس لیے مناسب ہے کہ سرکار کو اپنے مہمان کی اطلاع رہے۔" دستخط مہاراجہ کشن پرشاد (مثل نشان پولیٹیکل سیکرٹری آفس مقدمہ مورخہ ۳۰ رجب ۱۳۴۷ھ) صدر اعظم کے اس حکم کے باوجود محکمہ سیاسیات کے بعض عہدیداران کا اصرار رہا کہ:

"بلاوسٹ باقی رہ گیا ہے جس میں مہمانوں کی فرودگی کا انتظام ہوتا ہے۔ اور اس مکان کے متعلق فرمان مبارک متذکرہ شدہ ۱۰/جمادی الاول ۱۳۴۳ھ مشرف صدور پایا ہے کہ بلا اجازت اقدس و اعلیٰ اس مکان میں کسی کو ٹھہرایا نہ جائے اس صورت میں بلا منظوری اعلیٰحضرت اس مکان میں ٹھہرانا ممکن نہیں ہے۔"

(معتمد سیاسیات یکم فروری ۱۳۳۸ف مثل نشان بعنوان)

چونکہ نظام دکن ان دنوں کلکتہ میں مقیم تھے اس لیے بامید منظوری زیارا اول نخواستہ ڈاکٹر صاحب کے قیام کا انتظام کر دیا گیا۔ البتہ جب نظام دکن کی خدمت میں عرضداشت مورخہ یکم محرم الحرام ۱۳۴۸ھ پیش کی گئی تو انھوں نے جو فرمان جاری کیا اس کا لب و لہجہ ملاحظہ ہو:

"بجز معزز اشخاص کے بلاوسٹ میں کسی کو نہ ٹھہرایا جائے۔ اس کی اجازت صدر اعظم کو دی جاتی ہے جو

انکے صوابدید پر چھوڑا گیا ہے۔ رہا معمولی حیثیت کے اشخاص وہ دوسرے گیسٹ ہاؤس میں ٹھہرائے جا سکتے ہیں (دستخط نواب عثمان علی خان صاحب مورخہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۴۸ھ ایضاً)

ڈاکٹر اقبال کے قیام حیدرآباد کا مسئلہ حل ہو جانے کے بعد ان کے توسیعی لیکچرز کے لیے "ٹاؤن ہال" کے استعمال کی اجازت کا حصول بھی ایک مسئلہ تھا اور چونکہ اعلیٰحضرت سے اس کے استعمال کی اجازت بھی حاصل کرنا ہوتی تھی اس لیے حسب ذیل عرضداشت صدر اعظم کی جانب سے ان کی خدمت میں گذرانی گئی۔

مسجل صاحب جامعہ عثمانیہ نے لکھا ہے کہ جامعہ مذکور کی جانب سے لاہور والے ڈاکٹر سر محمد اقبال کو توسیعی لیکچر بتاریخ ۱۵/۱۶/۱۷ جنوری ۱۹۲۹ء دینے کے لیے مدعو کیا گیا ہے اس لیے انہوں نے استدعا کی ہے کہ تواریخ مذکورہ میں ٹاؤن ہال کے استعمال کی اجازت پیشگاہ اقدس و اعلیٰ سے حاصل کی جائے۔

پس اگر مراحم خسروانہ بتقریب مندرجہ صدر تواریخ معروضہ بالا میں ٹاؤن ہال استعمال کرنے کی اجازت کا مرحمت فرمایا جانا پسند خاطر اقدس ہو تو مسجل صاحب کو جلد مطلع کر دیا جائے گا۔ (معروضہ ۳۰ رجب المرجب ۱۳۴۷ھ منقولہ مثل نشان ۴/۳۵/۱۲۳۴ف دفتر پیشی صدر اعظم باب حکومت صیغہ سیاسیات)

مذکورہ بالا مثل میں اس عرضداشت پر جاری کردہ کوئی فرمان موجود نہیں ہے۔ اس وقت تین سرکاری گیسٹ ہاؤز حیدرآباد میں موجود تھے۔ لیکن ان تینوں میں منظوری سرکار مسٹر ٹرینچ، مسٹر شاف۔ مسٹر جی و مسٹر رستم جی فریدون جی مستقل طور پر سکونت پذیر تھے۔ اور صرف بلاوسٹ باقی رہ گیا تھا جس میں سرکاری مہمانوں کو ٹھہرایا جا سکتا تھا۔

واضح رہے کہ اس دور میں جناب ایس۔ ایم مہدی (مہدی یار جنگ بہادر ایم۔ اے (آکسن) معتمد محکمہ سیاسیات تھے۔)

جس طرح بامید منظوری سرکار عالی ڈاکٹر اقبال کو سرکاری مہمان خانہ میں ٹھہرایا گیا تھا اسی طرح مثل ۲۰۷/۱۱ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ غالباً ٹیلی فون پر زبانی منظوری پیشی نظام سے دے دی گئی ہوگی اور ٹاؤن ہال میں ڈاکٹر صاحب کے لیکچر ہوئے ہوں گے۔

جناب انصاری صاحب مسجل نے جس تیسرے مسئلے میں عہدیداران محکمہ عامرہ سرکار عالی کو لکھا وہ ڈاکٹر اقبال کے استعمال کے لیے موٹر کار کی فراہمی کا معاملہ تھا چنانچہ محکمہ عامرہ نے ایک Paige Car بھجوانے کے انتظام کی بابت اطلاع دی۔

مہاراجہ کشن پرشاد کی میزبانی:۔ ڈاکٹر اقبال یونیورسٹی کی دعوت پر آئے تھے اور سرکاری مہمان کی حیثیت میں تین روز کے لیے حیدرآباد میں مقیم رہے۔ مہاراجہ کشن پرشاد نے بھی بہ حیثیت صدر اعظم انہیں ڈنر پر مدعو کیا۔ چنانچہ صدر اعظم کے اے ڈی سی جناب کیپٹن محمد علاؤالدین نے مہدی یار جنگ بہادر معتمد

سیاسیات کو اطلاعاً لکھا: "آئندہ چہارشنبہ ۱۶/ جنوری ۱۹۲۹ء کو عالی جناب سر مہاراجہ صدر اعظم بہادر نے ڈاکٹر سر محمد اقبال و دیگر چند عہدہ داران کو ڈنر پر مدعو فرمایا ہے جس میں تقریباً ۶۰ مہمان ہوں گے۔ لہٰذا براہِ کرم مسٹر نارائن سوامی کو ڈنر کے ضروری انتظامات کی نسبت حکم فرمایا جائے۔" (نشان مثل ۶، ۱۰/۱)۔ اس سلسلے کی مزید تفصیلات حسب ذیل ہیں۔ منتظم کارخانجات سرکار عالی نے مذکورہ ڈنر کے اخراجات کے لیے پچاس روپے پیشگی کی منظوری حاصل کی۔ یعنی انہوں نے سو روپے علی الحساب اس مد میں حاصل کیے۔ صیغہ حساب دفتر سیاسیات کی رو سے ڈاکٹر اقبال کی مہمانداری پر ایک سو پانچ روپے پانچ آنے چھ پائی یا اڑتالیس روپے چار آنے کلدار خرچ ہوئے۔

اور انہیں صدر مد (۱۵) اخراجات سیاسی ذیلی مد (۵) خدمت و تواضع (۴) ابواب مختصر اخراجات بادر جنیا ہ میں شمار کرنے کی بابت نوٹ لکھا گیا لیکن صیغہ دار کی تجویز پر معتمد صاحب نے صادر فرمایا کہ ان اخراجات کی ادائیگی کی بابت عثمانیہ یونیورسٹی کو لکھا جائے (مثل نشان ۸، ۱۰/۱) چنانچہ مددگار معتمد صاحب محکمہ سیاسیات کی طرف سے جناب مسجل صاحب جامعہ عثمانیہ کو حسب الحکم صدر المہام بہادر سیاسیات حسب ذیل مراسلہ لکھا گیا۔

آپ کی تحریک کی بنا پر ڈاکٹر سر محمد اقبال کی مہمانداری سرکاری گیسٹ ہاؤز میں کی گئی اس سربراہی کی بابت (۱۰۵-۵-۶) ایک سو پانچ روپے پانچ آنے چھ پائی سکہ عثمانیہ اور (۴-۰-۴۸) اڑتالیس روپے چار آنے سکہ کا خرچ عائد ہوا۔ اصل حسابات مرسل ہیں۔ براہ کرم رقم مصرحہ بالا بغرض تصفیہ محکمہ ہذا پر روانہ فرمائے جائیں (ایضاً)

۸۴ اجلاس مجلس جامعہ عثمانیہ منعقدہ ۲۵ فروری ۱۳۳۸ف مطابق ۲۱ فروری ۱۹۲۹ء جس میں سر اکبر حیدری نواب حیدر نواز جنگ بہادر (صدر) لیفٹیننٹ کرنل آر اینچ تھوبکس ٹرینچ سی۔ آئی نواب اکبر یار جنگ بہادر مولوی خان محمد فضل خان صاحب مولوی محمد عبدالرحمٰن خاں صاحب۔ میجر فرحت علی صاحب۔ شریک تھے حسب ذیل قرارداد منظور کی۔

"(۴) قرار پایا کہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کے مصارف ضیافت کے مصارف ذیل بشرط تنقیح صدر محاسبی اکسٹنشن لیکچرز کی گنجائش سے منظور کیے جائیں۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال - (۴۰۰) سکہ عثمانیہ

۸۵ اجلاس مجلس اعلیٰ جامعہ عثمانیہ منعقدہ ۲ خورداد ۱۳۳۸ف م ۲۵ اپریل ۱۹۲۹ء جس میں سر اکبر حیدری ڈاکٹر حیدر نواز جنگ بہادر لیفٹیننٹ کرنل آر اینچ تھوبکس ٹرینچ سی آئی ای نواب اکبر یار جنگ بہادر نواب علی نواز جنگ بہادر۔ نواب جیون یار جنگ بہادر، مولوی خان فضل محمد خان صاحب، مولوی محمد عبدالرحمٰن خان صاحب میجر فرحت علی صاحب شریک تھے۔ حسب ذیل سفارشات منظور کیے گئے۔"

(۱) قرار پایا کہ مبلغ اڑتالیس روپے کلدار مبلغ ایک سو پانچ روپے ۵ آنے ۹ پائی سکہ عثمانیہ سرکاری گیسٹ ہاؤز میں ڈاکٹر سر محمد اقبال کی مہمانداری کے مصارف کی ادائیگی کے لیے اسسٹنٹس لیکچرز کی گنجائش سے منظور کیے جائیں سرکاری مہمان ٹھہرانے کے باوجود معتمد سیاسیات کا جامعہ عثمانیہ سے اخراجات مہمانداری طلب کرنا قابل غور ہے۔

مہاراجہ کشن پرشاد نے جو ڈنر دیا تھا اس کی تفصیلی کیفیت سطور بالا میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے البتہ ایک دوسری مسل سے اس صرفہ کے ضمن میں معلومات ملتی ہیں جو اس موقع پر ضیافت و عطائے تحائف کے سلسلے میں ہوا۔ تفصیلی کیفیت کے بجائے مسل مذکورہ میں چھ قطعہ رسایہ شامل ہیں جن سے حسب ذیل دلچسپ معلومات ملتی ہیں۔

(۱) رسید ۵ تاریخ	: (۱) بیدری اگالدان رقمی
۱۵ فروردین ۱۳۳۸ ف	پندرہ روپے
بنام مہاراجہ کشن پرشاد بہادر	: (۲) "حقہ" چالیس روپے
بیدری سامان جو ۱۷/اسفندیار	(۳) "ڈبیہ" دس روپے
۱۳۳۸ ف کو خریدا گیا	جملہ ۶۰ روپے

مذکورہ سامان انڈین کوآپریٹیو انڈسٹریل سوسائٹی لمیٹڈ چادرگھاٹ حیدرآباد سے خریدا گیا۔

(۲) رسید ۵۹ تاریخ ندارد، بدری پرشاد نانک رام جوہری واقع چارکمان حیدرآباد دکن سے مبلغ ننانوے روپے میں انگوٹھی بٹن وغیرہ خریدے گئے (رسید شکستہ ہندی میں ہے)

(۳) دوکان رام نارائن بہاری لال واقع ڈیوڑھی نواب سالار جنگ بہادر حیدرآباد دکن سے ۷/رمضان ۱۳۴۷ھ مبلغ نوے (۹۰/۰) روپے سکہ عثمانیہ کا پارچہ خریدا گیا۔

(۴) رسید ۸۹۰ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۲۹ء بنام صدر اعظم باب حکومت ایک سو چالیس روپے کلدار مساوی ایک سو پینسٹھ روپے ۶ آنہ ۸ پائی سکہ عثمانیہ برائے فوٹو گرافی راجہ دین دیال اینڈ سنس آرٹ فوٹوگرافک سیلون سکندرآباد دکن نے حاصل کیے۔

(۵) داروغہ ارباب نشاط نے مبلغ ۴۸/۰ سکہ عثمانیہ بابتہ معمول تحائف بر ڈنر سر اقبال بذریعہ سرکار دفتر باب حکومت، سرکار عالی سے ۲ آذر ۱۳۳۹ ف وصول کیے۔ (مسل ۱۷-۱۳۳۸ ف اسناد صیغہ حساب باب حکومت) اس طرح جملہ خرچہ بہ ضمن ضیافت و عطائے تحائف پر ایک ہزار چار سو اڑتالیس روپے بہ ضمن مہمانداری ڈاکٹر اقبال بہ سرکاری گیسٹ ہاؤز جو خرچ عائد ہوا تھا اس کے سلسلے میں مبلغ اڑتالیس روپے چار آنے کلدار اسپنسر کمپنی کو ایصال کر دینے کی اطلاع بھی ایک مراسلہ یادداشت میں دی گئی ہے۔ (مسل ۰۰۰/۱۰)

سر محمد اقبال کو دوسرے توسیعی لیکچر کی دعوت: ڈاکٹر اقبال کا ۱۹۲۹ء میں دورہ حیدرآباد اذری

نہ ہوتا اگر وہ جامعہ عثمانیہ کی دعوت پر اپنے دوسرے توسیعی لیکچر کے لیے ۱۹۳۰ء میں حیدرآباد تشریف لاتے۔ اجلاس ۹۵ مجلس اعلیٰ جامعہ عثمانیہ منعقدہ ۱۵ آذر ۱۳۳۹ ف مطابق ۲۰ اکتوبر ۲۹ء جس میں سر اکبر حیدری نواب حیدر نواز جنگ بہادر (صدر) کرنل آر ایچ شنر کس ٹرینچ، نواب اکبر یار جنگ بہادر، نواب جیون یار جنگ بہادر، مولوی خان فضل محمد خان، مولوی محمد عبدالرحمٰن خان صاحب، میجر فرحت علی صاحب شریک تھے حسب ذیل قرار داد پاس کی گئی تھی:

(۲) قرار پایا کہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کو لکھا جائے کہ گزشتہ سال وہ جو لیکچرز دیئے گئے تھے ان کے سلسلے کے تتمہ بعض لیکچرز بمعاوضہ ایک ہزار کلدار اسفندیار ۱۳۳۹ ف م جنوری ۱۹۳۰ء میں دیں اور یہ بھی لکھا جائے کہ ایک عام پسند لیکچر اردو میں کسی مضمون پر (جس کو وہ انتخاب کریں) دیں۔

دوران قیام بلدہ میں وہ جامعہ کے مہمان رہیں گے۔

چنانچہ مولوی حمید احمد انصاری بی۔ اے مسجل جامعہ عثمانیہ کے جواب میں ڈاکٹر اقبال نے جو خط ۳ جنوری ۱۹۳۰ء لاہور سے لکھا وہ حسب ذیل تھا:

My Dear Mr. Ansari,

Thank you so much for your letter which I received a moment ago. I am sorry to tell you that it will not be possible for me to come to Hyderabad in the end of January as you suggest. Last time I could manage the journey as I had left Lahore for about a month. This time it is not possible to manage in the same way. The journey to Hyderabad and stay there must take more than two weeks. My absence from Lahore for such a long time must necessarily upset every arrangement.

Hoping you are well.

Yours sincerely,
Sd.
Muhammad Iqbal

یہ خط بھی علامہ کے لیٹر پیڈ پر تھی کے کونے پر

Dr.Sir Mohammad Iqbal
M.L.C.

Barrister-at-Law
lahore
3rd January 1930

لکھا ہوا ہے اس کی نقل مثل نشان ۶۴ صیغہ یونیورسٹی ۱۳۳۸ ف دفتر معتمد سرکار عالی صیغہ عدالت و کوتوالی و امور عامہ میں موجود ہے ۔

ادارہ معارف اسلامیہ :

حیدر آباد سے واپسی کے بعد ڈاکٹر اقبال نے اپنے لیٹر پیڈ پر جو خط لاہور ۲۶ فروری ۱۹۲۹ء ادارۂ معارف اسلامیہ کے سلسلے میں سر امین جنگ کو لکھا تھا وہ ریاست حیدر آباد سے ان کی توقعات پر روشنی ڈالتا ہے ۔

My dear Sir Amin Jung,

I am enclosing herewith a copy of

ادارۂ معارف اسلامیہ and request you on behalf of the Provincial Committee of Muslim professors and learned men, to place it before H.E.H. the Nizam. The idea is to revise and preserve the traditions of Muslim culture in Asia. In the way alone, it is thought we can impress our country men and also to infuse some faith in those who appear to be sceptical about the vitalising power of the culture of Islam. But it is not possible to begin the work till we have got some substantial help from Muslim Princes and especially the crown of them all = H.E.H. the Nizam. Through you I approach him in the hope that you will impress upon H.E.H. the utmost importance of the work that we propose to undertake. The larger interests of Islam and of humanity badly need such a work. I am also going to approach other Muslim Princes in the country. I would feel much obliged if you be good enough to explain to H.E.H. the immediate necessity of our work and to secure help from him in this course which many muslims hold dear. Please read these printed pages carefully so that you may be able to explain to H.E.H. all the aspects of the matter. Hoping you are well and asking pardon for encroaching upon your time.

Yours sincerely,
Sd.
Mohammad Iqbal

PS: I may also indicate that if we are sure of an income of at least three thousand a year we shall forthwith start the work. I do not expect more than 500/— a year from Bhopal and Bahawalpur each. Public subscriptions will not be raised except in the case of highly prominent men who understand the meaning and value of our work.

(نقل)

سر امین جنگ بہادر، جو صدر المہام پیشی نظام تھے انھوں نے ڈاکٹر اقبال کا تذکرہ عریضہ کے ذریعہ نواب میر عثمان علی خان بہادر نظام حیدرآباد کی خدمت میں پیش کر دیا چنانچہ ان کا فرمان شرف صدور لایا کہ :

ڈاکٹر سر محمد اقبال کا مسئلہ منسلکہ مسل ہے۔ واپس گذران کر کونسل کی رائے عرض کی جائے۔

شرح دستخط نظام مورخہ ۲۴/ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ

(مثل نشان ۴ ۳.۲ - ۱۳۳۸ف عدالت، دفتر مہاراجہ سر صدر اعظم بہادر باب حکومت چنانچہ صدر اعظم بہادر نے محکمہ عدالت و تعلیمات کے توسط سے حسب ذیل عرضداشت نگاہ خسروی میں گذارنے کی سعادت حاصل کی۔

خداوند نعمت، حضرت میں سر محمد اقبال نے پنجاب یونیورسٹی مسلم یونیورسٹی پروفیسر و علما۔ اس تدعا کی ہے کہ ان کا خیال ہے کہ وہ اپنے ہم وطنوں کی اصلاح اس طرح کر سکتے ہیں کہ روایات مسلم ادب کو از سر نو زندہ کیا جائے اور جو لوگ ادب اسلام کے زندگی بخش و بیدار کن اثرات کے قائل نہیں ہیں ان میں اس طرح تیقن پیدا کیا جائے لیکن تاوقتیکہ اسلامی ریاستوں میں تمام ریاستوں کی سرتاج خصوصاً ریاست ابد مدت حیدر آباد دکن ہماری مالی امداد نہ فرمائے ہم اس اہم کام کو کسی طرح شروع نہیں کر سکتے۔ اسلام اور بنی نوع انسان کے مفاد کا مقتضی یہی ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو یہ کام شروع کر دیا جائے۔

ہم کو کم از کم تین ہزار روپے سالانہ امداد کا یقین ہو جائے تو ہم اس وقت کام شروع کر دیں۔ ہمیں ریاست بھوپال اور بہاولپور سے پانچ سو سالانہ سے زیادہ کی امید نہیں ہے۔ عوام سے چندہ کا مطالبہ نہ کیا جائے گا کہ اعلیٰ طبقہ کے حضرات ہی ہمارے اس کام کے مقصد اور ضرورت کو خوب سمجھ سکتے ہیں۔

امید ہے کہ حضرت اقدس و اعلیٰ کی سالمانہ توجہ مسلم طبقہ کے اس عزیز کام کے لیے بہر اعانت و امداد مبذول ہوگی۔ ادارہ کی وسعت، کارکن دائروں پر حاوی ہوگی اس کی تدریجی مقاصد و اغراض ادارہ کی تفصیل علیحدہ مطبوعہ رسالہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔

بدریافت ناظم تعلیمات نے معروض کیا ہے کہ ادارہ معارف اسلامیہ کے مقاصد بہت اچھے ہیں لیکن اس کے متعلق معروضہ حاشیہ امور قابل غور ہیں۔

۱. اس کا پروگرام اور مجوزہ دائرہ عمل بہت وسیع ہے۔

۲. اصطلاحی نقطۂ نظر سے داعیان کی موزونیت اکثر شعبہ جات مجوزہ کے لیے محدود ہے۔

۳. داعیان کے منصبی کاروبار کی وجہ سے ان کو بہت کم وقت اس کام کے لیے مل سکتا ہے۔

ان وجوہ سے اس کام میں بہت زیادہ کامیابی کی توقع نہیں کی جا سکتی ہے۔

ساتھ ہی ناظم تعلیمات نے یہ بھی معروضہ کیا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ داعیان کی فہرست میں اکثر نام محض نمائشی ہیں اور [illegible] سر محمد اقبال اس کام کے روح رواں ہوں گے۔ سر محمد اقبال کی درخواست سے ظاہر ہے کہ ان کو اس ریاست ابد مدت سے دو ہزار کلدار سالانہ کی امداد کی توقع ہے۔ سر محمد اقبال کی شخصیت ر

شہرت کا لحاظ فرماتے ہوئے اگر سرکار مناسب خیال فرمائیں تو ۳ سال کے لیے دو ہزار کلدار سالانہ کی امداد دی جاسکتی ہے۔ ادارہ معارف اسلامیہ کی قوت عمل کا اندازہ تین سال میں بخوبی ہو سکتا ہے۔

معتمد تعلیمات نے عرض کیا ہے کہ انہیں ناظم تعلیمات کی رائے سے اتفاق ہے۔ صدر المہام بہادر فینانس نے عرض کیا ہے کہ چونکہ ادارہ کے مقاصد واضح نہیں تھے اور یہ بھی صاف طور پر نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کس قدر رقم کی ضرورت ہے اور وہ کس طرح صرف کی جائے گی۔ اس لیے اب اس بارے میں انہوں نے ڈاکٹر سر محمد اقبال سے دریافت کیا تھا۔ سر اقبال کے پاس سے جو جواب وصول ہوا ہے اس سے واضح ہے کہ اسلامی علوم کی تحقیق کا جو کچھ کام اب تک ہوا ہے وہ زیادہ تر ادبی و تاریخی میدانوں میں ہوا ہے اور ان کا مقصد ادارہ کے قیام سے یہ ہے کہ مسلم محققین کو یکجا جمع کیا جائے جہاں وہ علاوہ ادبی و تاریخی مضامین کے ریاضی، طبیعات، کیمیا اور دوسرے سائنٹیفک علوم میں اپنی تحقیق و تدقیق کے نتائج ماہرین و مبصرین کے سامنے پیش کریں۔ ڈاکٹر اقبال نے اس کی بھی صراحت کی ہے کہ ادارہ کی آمدنی مدات معروضہ ذیل صرف کی جائے گی۔

(۱) نتائج تحقیق کی اشاعت میں خوبصورت کتاب ہوگی یا بہ شکل روئیداد جلسہ ادارہ

(۲) اہم کتب نصاب کی مشرح اشاعت

(۳) دعوت یورپین مستشرقین جبکہ گنجائش اجازت دے۔

(۴) تمدن اسلام کے متعلق یورپین اور دیگر زبانوں میں جو کتب تصنیف ہوں ان کا جمع کرنا بشرطیکہ گنجائش اجازت دے۔

(۵) عجائب خانہ جبکہ رقم اجازت دے۔

(۶) ایسے مستشرقین کا کرایہ ریل وغیرہ ادا کرنا جو اپنے صرف سے ادارہ کے اجلاس میں شرکت نہ کر سکیں۔

ادارے کے مقاصد کے مدنظر اور اس امر کے مدنظر کہ اس کی قیادت ڈاکٹر اقبال نے اپنے ذمے لی ہے ادارہ سرکار عالی کی سرپرستی کا مستحق ہے۔ مقدار امداد کو سررشتہ فنانس باب حکومت کے سوابدید پر منحصر رکھتا ہے کہ دو ہزار (۲۰۰۰) کی حد تک جو رقم مناسب تصور کرے تجویز فرمائے۔ یہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ باب حکومت میں پیش ہونے سے قبل جامعہ عثمانیہ کی رائے اس بارے میں حاصل کر لی جائے۔

مجلس اعلیٰ جامعہ عثمانیہ نے اپنے اجلاس (۹۹) منعقدہ ۲۴/ اسفندار ۱۳۳۹ ف م (۲۶/ جنوری ۱۹۴۲ء) میں تحریک زیر بحث کے متعلق سررشتہ تعلیمات سے ہی فراہمی گنجائش کا اظہار کیا، لیکن بدریافت ناظم سررشتہ معروضہ صدر نے سررشتہ کی روز افزوں ضروریات کے مدنظر عدم گنجائش کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا ہے کہ اگر سرکار ابد قرار امداد عطا کرنا مناسب خیال فرمائیں تو زائد از موازنہ منظوری صادر فرمائی جائے۔

یہ کارروائی بعد گشت کونسل کے اجلاس منعقدہ ۱۵/ دے ۱۳۴۵ ف میں پیش ہوئی جس میں بالاتفاق قرار پایا کہ دو ہزار روپے کلدار سالانہ کی امداد تین سال کے لیے منظور فرمائی جا سکتی ہے (۱۷/ شعبان المعظم

۱۳۴۹ ھ) (ایضاً) چنانچہ عرضداشت صیغۂ تعلیمات معروضہ ۱۰ شعبان المعظم ۱۳۴۹ ھ جو لاہور والے ڈاکٹر سر محمد اقبال کے مجوزہ ادارہ معارف اسلامیہ کی امداد کی نسبت ہے۔" کے تقدیمی جملوں کے ساتھ حسب ذیل فرمان جاری ہوا۔ "حکم" کونسل کی رائے مناسب ہے۔ جس پر ادارہ مذکورہ کو تین سال کے لیے دو ہزار روپیہ (۲۰۰۰) کلدار سالانہ کی امداد دیجائے۔" (ترجمہ دستخط نظام مورخہ ۱۸۔ شعبان المعظم ۱۳۴۹ ھ)

ادارہ معارف اسلامیہ لاہور کی ورکنگ کمیٹی نے ایک قرارداد کے ذریعہ اس امداد کا شکریہ ادا کیا ہے۔ اس قرارداد کے سلسلے میں مسٹر محمد اقبال پروفیسر پرشین اورنٹیل کالج لاہور و ایکٹنگ سیکرٹری ادارہ مذکور نے جو خط صدر اعظم (الصیغۂ تعلیمات) کے نام لکھا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

The provincial working committee of the

IDARA–I—MAARIF ISLAMIA (ادارہ معارف اسلامیہ)

met on the 25th of March 1931 in the Oriental College Lahore, under the chairmanship of Dr. Sir Mohammad Iqbal M.A., Ph.D., Bar-at-Law, a resolution thanking His Exalted Highness the Nizam for the annual grant of Rs.2000/– to theIDARA was unanimously passed. I have been authorised by the Chairman (Dr. Sir Mohammad Iqbal) to acknowledge receipt of your letter No.35 dated 5 Urdibihist 1340 and to request you to convey to His Exalted Highness our most sincere gratitude for the grant. The committee is also thankful to you and to the Finance Department for drawing the attention of His Exalted Highness to the request of Dr. Sir Mohammad Iqbal and securing the grant.

Necessary rules and regulations are being framed for starting the work of the Idara and as soon as they are ready your instructions with regard to receiving payment of the grant will be carried out.

I have the honour to be,
Sir
Your most obedient servant
Sd.Mohammad Iqbal,
Professor of Persian, Acting Secretary.

Dt. 30 March 1931

(مثل نشان ایضاً)

بخط جس کی نقل مثل مذکورہ میں شریک Oriental College, Lahore کے لیٹر پیڈ پر معلوم ہوتی ہے

اور اس کے انداز تحریر و مواد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ علامہ اقبال کے بجائے کسی دوسرے محمد اقبال کا ہے جو نظام کالج میں فارسی کے پروفیسر تھے لیکن صدر اعظم باب حکومت (بصیغہ تعلیمات) کے معروضہ مورخہ ۱۴ صفر المظفر ۱۳۵۰ کی رو سے اس کی نسبت ڈاکٹر سر محمد اقبال سے کرتے ہوئے اسے انہوں نے حضور نظام کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ (فنانس اور دوسرے متعلقہ محکموں کی اسناد دیکھ کر ہی صحیح رائے قائم کی جا سکتی ہے کیونکہ مثل ہذا میں اس کی نقل معتمد داخلہ مسٹر اظہر حسن Home Secy. کی دستخط سے بطور True Copy شریک ہے اور اس سے ٹھیک اندازہ نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر اقبال کے ادارہ معارف اسلامیہ کو دو ہزار کلدار سالانہ امداد کے سلسلے میں جو خط و کتابت اور عہدے داران سرکار عالی کے درمیان ہوئی ہے اس کے مطالعہ کے بعد "رموز بیخودی" کے وہ قطعات جو یادگار سلور جوبلی اصحت سابع ۱۳۳۵ ھ میں مرتبہ محمد فاضل میں بعنوان "از تو باقی سطوت دین مبیں" نظر سے گزرے پیش کیے جاتے ہیں۔ فاضل مرتب نے انہیں نواب میر عثمان علی خان بہادر نظام دکن کی شان میں منسوب سمجھ کر مذکورہ سلور جوبلی نمبر میں شائع کیا ہے۔

اے مقامت برتر از چرخ بریں !   از تو باقی سطوت دین مبیں !
جلوہ صدیق از سیمائے تو !   حافظ ما تیغ جوشن قائے تو !
از تو ما را صبح خندان شام ہند   استعانت مرکز اسلام ہند !
دولت ملت زندہ از امروز تو   تاب این برق کہن از سوز تو
بندگانستیم ما تو خواجہ !   از پئے فرمائے ما دیبا جہ
پیش سلطان این گہر آوردہ ام   قطرہ خون جگر آوردہ ام !

(ڈاکٹر سر محمد اقبال)

معروضہ صدر اعظم محولہ بالا میں صدر المہام بہادر فینانس کے موسومہ ڈاکٹر اقبال کا ایک خط اور اس کی تفصیلات پیش کی گئی ہیں غالباً اس سلسلہ میں ایک خط ڈاکٹر صاحب موصوف فینانس ممبر اگزیکیوٹو کونسل (اکبر حیدری نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر) کے نام لکھا تھا جس کے بارے میں نظام دکن نے بصیغہ راز اپنی کونسل کی رائے دریافت کرتے ہوئے فرمان جاری کیا۔

"سر محمد اقبال نے جو خط حال میں فینانس ممبر کے نام لکھا ہے اس کے متعلق کونسل کی کیا رائے ہے بصیغہ راز مجھے اطلاع دی جائے جبکہ کل اراکین تعطیلات سے واپس آ جائیں کیونکہ یہ معاملہ مذہبی حیثیت سے ہونے کے خیال سے اہم ہے جس کا تعلق ہماری ریاست سے ہے جو کہ سب سے بڑی مسلم ریاست ہے (شرح دستخط نظام ۱۶ محرم الحرام ۱۳۵۰ ھ مثل نشان ۳۰/۲۰ سیاسیات (راز) ۱۳۴۰ ف دفتر مہاراجہ صدر اعظم باب حکومت)

مذکورہ مثل ہی ایک کاغذ (فرمان) ہے جس کی وجہ سے بظاہر نہیں ہو سکا کہ ڈاکٹر اقبال کا مذکورہ خط کسی مذہبی معاملے سلسلے میں تھا۔ غالباً یہ ادارہ معارف اسلامیہ کے بارے ہی میں ہوگا۔ کیونکہ اس مثل پر اگلی ایک مثل کا نمبر ہے جو ڈاکٹر صاحب موصوف کی مالی امداد کے بارے میں ہے۔

ڈاکٹر اقبال کی مالی امداد کے لیے نواب صاحب بھوپال کی تحریک

سر محمد اقبال کی امداد کے سلسلے میں نواب صاحب بھوپال نے ایک خط نواب میر عثمان علی خاں بہادر نظام آف حیدر آباد کے نام لکھا تھا۔ اس خط کی نقل دیتے ہوئے نظام نے ایک فرمان جاری کیا۔

"سر محمد اقبال کی امداد کے متعلق نواب صاحب بھوپال کے خط کی نقل ملفوف ہے اس بارے میں کونسل کی رائے عرض کی جائے تو مناسب صادر ہوگا۔"

(شرح دستخط، ۱ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ مثل نشان ۵-۲-۱۳۵۱ف صیغہ سیاسیات دفتر پیشی مہاراجہ صدر اعظم باب حکومت)

نواب صاحب بھوپال کے مذکورہ خط کی نقل نظام الملک آصف جاہ H.E.Nizam's Govt. کے سرکاری لیٹر ہیڈ پر ہے۔ یہ خط بھوپال Bhopal, C.I. دستخط ہند سے ۴ مئی ۱۹۳۲ء کو لکھا گیا ہے اور اس میں نظام کو برادر محترم و مکرم My revered & respected brother کے القاب سے یاد کیا گیا ہے۔ مکمل متن حسب ذیل ہے۔

I am writing this to your interest. Your Exalted Highness in Dr. Sir. Mohammad Iqbal. As Ruler of the Premier Muslim State with long and glorious traditions of patronage of Art and Literature to whose munificence and generous gifts the country in general and the Muslim Community in particular owe such a deep debt of gratitude, your Exlated Highness knows better than anybody else the eminent position Iqbal occupies in the literary world as a poet and philosopher whose muse is ever fresh and inspiring. His genius has blazened the name of Indian muslims over the world and his magic has released rich stores of creative energy that lay hidden in the generation to whom his song has reached. He is most responsively interpreting the massage of Islam to the West in all its simplicity and attraction.

Financial troubles and worries are, however, seriously cramping his literary activities. If he is relieved of these anxieties he would be able to devote himself with undivided attention to the great literary work he is doing. A thousand rupees a month will free him from all financial cares on account of the maintenance of his family. Your Exalted Highness has always taken a kindly beneficial interest in such matters. If you are pleased to extend your gracious patronage to Iqbal to that extent it will be for an eminently deserving case and will earn for Your Exalted Highness and the great State of Hyderabad the gratitude of all those who are interested in Oriental literature and Islamic Culture and Philosophy.

With all good wishes and my respect.

I remain with the highest esteem
Yours effectionately,
Sd.
Hamidullah

His Exalted Highness
the Nizam Hyderabad CSI, GBE

نشان مثل ۱۲۳/۶/کے ۱۹۳۲ء پولیٹیکل سیکرٹری آفس

معتمد محکمہ سیاسیات نے نظام کے فرمان کے ساتھ مذکورہ خط کے بارے میں جو نوٹ لکھا وہ حسب ذیل ہے :

"محولہ بالا خط میں نواب صاحب بھوپال نے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں کی سب سے بڑی سلطنت کے فرمانروا ہونے کی حیثیت سے حضرت اقدس و اعلیٰ نے علوم و فنون کی جس فیاضی سے سرپرستی فرمائی ہے اس کا تمام ملک اور بخصوصاً فرقۂ اسلام نہایت ممنون احسان ہے اور دنیائے ادب میں ایک شاعر اور فلسفی ہونے کی حیثیت سے ڈاکٹر اقبال کو جو مرتبہ حاصل ہے وہ ذات شاہانہ پر بخوبی روشن ہے ان کی شاعری نے مسلمانان ہندوستان کے نام کو تمام عالم میں روشن کر دیا ہے اور یہ نہایت مستعدی کے ساتھ پیام اسلام کی مغربی ممالک میں ترجمانی کر رہے ہیں۔

لیکن ان کی مالی مشکلات ان کی ادبی جد و جہد میں سخت مزاحم ہو رہی ہیں پس اگر ان کو ان مشکلات سے نجات دلوا دی جائے تو یہ اپنے ادبی مشاغل میں ہمہ تن مصروف ہو سکتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب موصوف کو اپنے خاندان کی پرورش کے لیے ماہانہ ایک ہزار روپے کی آمدنی فراہم ہو جائے تو وہ مالی مشکلات سے نجات پائیں گے۔

چونکہ حضرت اقدس اعلیٰ نے ایسے معاملات میں ہمیشہ سے دلچسپی کا اظہار فرمایا ہے اس لیے بارگاہ ہمایونی میں بھی تجویز پیش کی ہے کہ اگر ڈاکٹر اقبال کو اس حد تک مالی امداد منجانب سرکار عالی دیئے جانے کی نسبت نظر التفات فرمائی جائے تو وہ تمام لوگ جو مشرقی ادب اور اسلامی تعلیمات و فلسفہ سے دلچسپی رکھتے ہیں ذات شاہانہ اور اس ریاست ابد مدت کے ممنون احسان مند رہیں گے۔" ایضاً یہاں تک تو

نواب صاحب بھوپال کے خط کی ترجمانی کی گئی ہے۔ معتمد صاحب سیاسیات نے اس پر رائے دیتے ہوئے لکھا تھا کہ

"اگر ارشاد ہو تو بہ تعمیل فرمان مبارک محولہ بالا سے کارروائی بعد حصول رائے محکمہ فینانس معزز کونسل میں پیش کیے جانے کے لیے باب حکومت کو بھیج دی جائے گی۔ کونسل میں جانے سے پہلے صدر المہام بہادر سیاسیات جناب سید محمد مہدی (سر مہدی یار جنگ) (جو حال ہی میں معتمدی سے صدر المہامی سیاسیات پر فائز ہوئے تھے) نے جو حکم دیا اس نے اس کارروائی کے مستقبل کا رخ متعین کر دیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

"یہ امر کہ سر محمد اقبال اچھے شاعر ہیں اس کے بارے میں فن شاعری کے ماہروں میں اختلاف ہے اگر فرض کیا جائے کہ وہ اچھے شاعر ہیں تب بھی یہ وجہ ان کو ایک ہزار روپیہ ماہوار دینے کے لیے کافی نہیں ہے نواب صاحب بھوپال جو ان کی سفارش کرتے ہیں وہ خود ان کو کیوں نہیں کچھ دیتے؟

اصولاً حیدرآباد کا روپیہ اسٹیٹ کے باہر نہ جانا چاہیے جب تک کوئی واقعی ضرورت نہ ہو۔ موجودہ فنانشل تنگی اور اسٹیٹ کی آمدنی کی کمی کے نظر کرتے ایک حبہ بھی باہر بھیجنا گویا جرم ہے۔

بلکہ اب ہم کو اس نظریہ سے اس مسئلہ کو دیکھنا ہے کہ انفرادی طور پر جو توسل کرتا ہوا اس ملک کے باہر دی جا رہی وہ کس مصلحت پر مبنی ہیں یا کس خدمت کے صلہ میں دی جاتی ہیں یا ایسی کون سی سیاسی اغراض وابستہ ہیں اور ایسے تبصرہ کے بعد غیر ضروری ماہواروں کو تخفیف کر دینا چاہیے۔ لہذا نواب صاحب بھوپال کے رقعہ کے جواب میں یہاں سے عذر ہونا بہتر ہے۔ فقط

(شرح دستخط مہدی یار جنگ ۲۰ امرداد ۱۳۴۱ ف)

چونکہ اب یہ کارروائی سررشتہ فینانس جانا تھی اس لیے وہاں سے منصرم معتمد فینانس نے نواب سر صدر المہام بہادر فینانس کے حسب تجویز یہ رائے دی تھی۔

"سررشتہ فینانس کو عالی جناب نواب سر صدر المہام بہادر سیاسیات کی رائے سے اصولاً اتفاق ہے لیکن اس ضمن میں عالیجناب سر صدر المہام بہادر کونسل میں چند امور کے متعلق گفتگو فرمائیں گے"

جب کارروائی مہاراجہ صدر المہام بہادر باب حکومت جناب سر کشن پرشاد بہادر کی خدمت میں پیش ہوئی تو انہوں نے فرمایا

"صدر المہام سیاست کی رائے سے اتفاق ہے۔ ایسی تجویز میں نے کی تھی کہ بیرونی ماہوارات اور وظائف کے متعلق تنقیح ہونی چاہیے۔ ایسے تنقیح کے لیے کونسل سے کمیٹی مقرر کی جائے تو مناسب ہے۔"

(شرح دستخط مہاراجہ کشن پرشاد ۵۔ ربیع الاول شریف ۱۳۵۱ھ)

معتمد صاحب سیاسیات کی گزارشات پر دونوں صدر المہام کی آرا کے بعد اصولاً یہ کارروائی کونسل میں پیش ہونا تھی کیونکہ صدر المہام فینانس کونسل میں اس مسئلہ میں گفتگو کرتے اور صدر اعظم باب حکومت نے

بیرونی امدادوں کے بارے میں "تنقیح" کے لیے کونسل کی جانب سے کمیٹی کے تقرر کو مناسب سمجھا تھا۔ بیکسی "معذوری" کے عنوان سے مہدی یار جنگ بہادر صدرالمہام سیاسیات نے حکم دیا کہ "گذارش ارکین کونسل کے پاس گشت کرائی جائے۔"

چنانچہ یہ کونسل کے ارکین میں بذریعہ گشت پہنچائی گئی اور حسب ذیل سلسلہ کے ساتھ معزز ارکین کونسل نے اپنے آرا اس کارروائی پر دیئے۔

۱۔ جناب صدرالمہام بہادر فوج نواب ولی الدولہ "افسوس ہے کہ ریاست کی مالی حالت کے مدنظر کسی امداد کی رائے نہیں دی جا سکتی۔"

۲۔ جناب صدرالمہام بہادر فینانس نواب سر حیدر نواز جنگ "Nothing to add" (پولیٹیکل ممبر)

۳۔ جناب صدرالمہام بہادر مال لفٹنٹ سر رچرڈ چینوکس ٹرنچ

"I agree with HPMI. It would be an absolutely unjustifiable expenditure of the tax prayers money".

۴۔ جناب صدرالمہام بہادر تعمیرات نواب عقیل جنگ "جناب نواب صاحب صدرالمہام سیاسیات کی رائے سے اتفاق ہے۔"

۵۔ جناب صدرالمہام بہادر عدالت نواب لطف الدولہ "معزز رکن فینانس جو چند امور کے متعلق کونسل میں گفتگو کرنا چاہتے ہیں ان کے معلوم کرنے کے بعد رائے ظاہر کی جائے گی۔"

۶۔ جناب صدرالمہام بہادر سیاسیات۔ مہدی یار جنگ "مجھے کچھ اضافہ کرنا نہیں ہے۔"

۷۔ جناب صدرالمہام باب حکومت مہاراجہ کشن پرشاد "صدرالمہام صاحب سیاسیات کی رائے سے اتفاق۔"

ان آراء کے بذریعہ گشت حصول کے بعد جب ۲۔ رجب ۴۲ ف باب حکومت EXECUTIVE COUNCIL کا اجلاس ہوا تو اس میں یہ اتفاق طے پایا کہ سر محمد اقبال کے لیے ماہوار مقرر کیا جانا کونسل کی رائے میں مناسب نہیں ہے۔ لہٰذا نواب صاحب بھوپال کے رقعہ کا جواب اخلاقاً نفی میں دیئے جانے کی نسبت پر پیشکش معروضہ ادب بارگاہ خسروی سے احکام حاصل کیے جاتے ہیں۔ نواب صاحب بھوپال کے خط کے جواب میں کونسل کے فیصلے کے بموجب نظام دکن کی طرف سے جو خط لکھا گیا اس کا ایک مسودہ برائے حکم سیاسیات نے بنایا اور دوسرا مسٹر ٹاسکر نے۔ دونوں مسودات برائے موازنہ و فیصلہ پیش ہیں۔

1. "With reference to your letter dated the 4th May, 1932 regarding the grant of pecuniary assistance to Sir Mohammad Iqbal. I deeply regret, that owing to continuous and heavy demands my Government is unable to recommend the grant of an allowance to him. I hope you will

that under the circumstances nothing can be done for Sir Mohammad Iqbal".

2. "I much appreciate the considerations which prompted you to write to me. On the fourth of May last regarding the private circumstances of Dr. Sir. Mohammad Iqbal. And I need hardly say that with your Highness I value highly his services to Islamic literature. After careful consideration, however, and after consulting my council, I regret that I cannot see my way to make such a grant as is suggested".

(ایضاً)

مسٹر ٹی جے ٹاسکر معتمد صدر المہام مال و کوتوالی کا ترجمہ مذکورہ مسودہ عرضداشت کے ساتھ بارگاہ ہمایونی گزرانا گیا۔ حالانکہ کونسل میں محکمہ سیاسیات کا مسودہ پیش کرنے کا فیصلہ ہوا تھا۔ غالباً کسی تحت کے عہدیدار نے اپنے طور پر کر لیا۔ کیونکہ یہ پہلے کے مقابلے میں زیادہ شائستہ Polite محسوس ہوتا ہے۔

پیشی ہمایونی سے سرسری اضافہ خصوصاً آخر میں as is suggested کے بعد

"Specially at a time when financial affairs of the country are not satisfactory".

(ایضاً)

کا اضافہ کیا گیا۔ نظام نے اس پر ۱۱/رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ کو دستخط کیے اور ۳/جنوری ۱۹۳۳ کو نواب صاحب بھوپال کے ہاں روانہ کر دیا گیا۔ لیکن محکمہ فینانس کے معتمد نواب فخر یار جنگ بہادر نے یکم فروری ۱۹۳۳ء کو اس کی نقل محکمہ سیاسیات سے طلب کی۔ غالباً وہ امداد ملنے کی توقع میں آگے کی مالی کارروائی کے بارے میں فکرمند تھے۔

صدر اعظم سر اکبر حیدری کے دور میں علامہ اقبال کی امداد کی کارروائی کا احیاء

۱۳۴۸ف م ۱۹۳۶ء میں سر اکبر حیدری نے صدر اعظم باب حکومت کا عہدہ جلیلہ سنبھالا۔ سر حیدری بھی سر اقبال کے قریب ترین دوستوں میں تھے۔ بظاہر اس تحریک کا باعث علامہ اقبال کے بڑے فرزند جناب آفتاب اقبال تھے جنہوں نے ۱۰/جنوری ۱۹۳۶ء کو ایک خط جناب حیدری کے نام لکھا اور اپنی ناگفتہ بہ معاشی پریشانیوں پر لکھتے ہوئے علامہ اقبال کے سلسلے میں بھی لکھا کہ۔

"My father is in comparative poverty and is quite unable to help me in any way............. After all my father has done something for the advancement of Muslim community in India. In fact everybody thinks here that Hyderabad State should be generous enough to keep the poet alive by making

him a monthly allowance of a reasonable sum of money in his old age. His health is failing and one doubts whether he has many years to live.

Nawab Sahib, would you like a future biographer of my father to say that poet Iqbal and his children lived in poverty while Hydari was at the height of his power and influence in Hyderabad State.

(نشان مثل ۵/۳/۱۴۳ اف باب حکومت سیاسیات)

جناب آفتاب اقبال نے یہ خط ۲۴ فیروزپور روڈ لاہور سے لکھا جس کے جواب میں سر اکبر حیدری کے پرنسپل اسسٹنٹ نے ۲۶ جنوری ۱۹۳۷ء کو حیدرآباد دکن سے جواب لکھا (غالباً آفتاب اقبال نے اپنے خط میں ۱۹۳۷ء کے بجائے ۱۹۳۶ء لکھ دیا تھا)

"With refernece to your letter of the 10th instant to the Right Hon'ble Sir Akbar Hydari, I am desired to inform you that he is most anxious that Sir Mohd. Iqbal's signel services to the nation should be recognised by a suitable allowance in his present state of health and he will take the earliest possible opportunity of having the matter placed before His Exalted Highness Government for consideration.

(نشان مثل ۵/۳/۱۴۳ اف سیاسیات پیشی صدر اعظم باب حکومت)

سر اکبر حیدری کے ایک قدیم دوست سردار امراؤ سنگھ شیرگل مجیٹھیا نے جو علامہ اقبال کے بھی دوست تھے اس سلسلے میں ان سے خط و کتابت کی تھی جیسا کہ ان کے ذیل کے خطوط سے ظاہر ہے جو انہوں نے حیدری کو لکھے۔

"I am indeed glad to receive your letter concerning our mutual friend Dr.Sir Muhammad Iqbal and to know that you had the matter in mind already and wish to take the opportunity for moving in the matter" (2nd April, 1937 from The Holme, Summer Hill, Simla. W)

(مثل نشان ایضاً)

and .

"I am writing these lines to remind you about the matter which we corresponded about before your departure for England, namely Dr.Sir Mohammad Iqbal's appreciation as a great poet by the Govt. of HEH the Nizam. You had promised to do everything possible in the matter and I hope you have found it right and proper to bring the matter up".

(Lr. dt. 2nd October 1937)

and

"I did not hear in answer to my brief reminder about what you had promised to urge for our great poet Iqbal. I neither can nor should insist on any thing which is for HEH to decide and for you to recommend or not as seems fit to you under the circumstances but I should like to have received some sort of reply. Perhaps you were on the move or too busy though it is unlikely that my letter missed you altogehter".

(Lr. Dt. 7th January 1938)

(نشان مثل ایضاً)

اس خط کے جواب میں سر اکبر حیدری نے جو خط سردار امراؤ سنگھ کو لکھا اس سے ان کوششوں کے بارے میں معلوم ہوتا ہے جو سر اکبر حیدری ڈاکٹر اقبال کی امداد کے سلسلے میں کر رہے تھے۔

"Thanks very much for your letter of the 7th January reminding me of your former letter in connection with Dr.Iqbal. I am sorry that a reply was not sent to you owing to your letter being filed along with the inquiry being made about Dr. Iqbal himself and must apologise for the oversight. I suppose you have read that we celebrated the Iqbal day in Hyderabad with the Princess of Berar presiding at the morning session and Maharaja Sir Kishan Pershad Bahadur during the afternoon and evening. Some slight financial help has also been given but that is not enough, but I am keeping the matter in mind and shall take the first opportunity of adding to it".

(Lr. Dt. 12–1–1938)

(نشان مثل ایضاً)

یہ یوم "مسلم کلچر سوسائٹی" کی جانب سے بروز جمعہ ۷ جنوری ۱۹۳۸ء کو منایا گیا تھا۔ نواب اصغر یار جنگ بہادر نے اس سوسائٹی کے آنریری سیکرٹری کی جانب سے درخواست دی تھی کہ اس دن کے لیے ٹاؤن ہال دیا جائے۔ اس سلسلے میں چیف سیکرٹری کے دستخط سے نظام دکن کا ایک نیم سرکاری فرمان بتاریخ یکم ذیقعدہ تا ۱ محرم ۱۳۵۶ھ نواب حسن نواز جنگ بہادر معتمد سیاسیات کے نام حسب ذیل جاری ہوا۔

"اس وقت اجازت دی جاتی ہے مگر آئندہ سے ٹاؤن ہال کے استعمال کی اجازت خاص حالات کے

تحت دی جائے گی ذکر ایسے ویسے کام کے لیے۔ دو (۲) دو (۲) دن کے فاصلے سے۔ اس کا خیال رہے (نشان مثل ۵/۱۱/۳۴۲ ف (سیاسیات) پیشی صدر اعظم باب حکومت)

خط کشیدہ جملوں سے اس وقت نظام کا انداز فکر ظاہر ہو رہا ہے۔ اسی طرح سر راس مسعود کے جواب میں سر اکبر حیدری کے خط کشیدہ جملے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ امداد کے مسئلہ میں کوئی تحقیقات ڈاکٹر اقبال کے سلسلے میں کی جا رہی تھیں۔ ان تحقیقات کی ضرورت کیا اس وقت کے مخصوص سیاسی حالات کی وجہ سے لاحق ہوئی یا کوئی اور وجہ تھی۔ یہ بات راست طور پر معلوم نہیں ہو سکی البتہ سر راس مسعود کے ایک خط بنام سر اکبر حیدری سے اس معاملہ میں کسی قدر روشنی پڑتی ہے۔

I expect that in deciding the matter about which I wrote to you, his rather strong views antagonistic to the West which he has expressed more strongly than ever in his last work.

PAS CHE BAYAD KARD AI AQWAM–E–SHARQ?

(پس چہ باید کرد اے اقوام شرق)

Will not be taken into account for the judgement should be based purely on the outstanding merit of his genius.

Lr. dt. 2nd April, 1937

(نشان مثل ایضاً)

علامہ اقبال کے پسماندگان کی مالی امداد

علامہ اقبال کے زمانہ حیات میں کوئی پنشن ریاست حیدرآباد سے جاری نہ ہو سکی البتہ ان کے پسماندگان کی امداد کے سلسلے میں ڈاکٹر مظفر الدین قریشی صدر شعبہ کیمیا جامعہ عثمانیہ کی توجہ دہانی پر ان کی بیوہ اور دو بچوں کی پرورش کے لیے کچھ وظائف یہاں سے جاری کیے گئے تھے جس کی تفصیل ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

(۱) ۲۸/جون ۱۹۳۸ء کو ڈاکٹر مظفر الدین قریشی نے ایک خط کے ذریعہ علامہ اقبال مرحوم کے خاندان کے سلسلے میں حسب ذیل تفصیلات سر اکبر حیدری کی خدمت میں پیش کیے۔

1. Javid Iqbal aged about 14 years studying in 9th Class.
2. Munira Begum aged about 9 years studying in School.

Note: The first wife of the late Sir Mohammad Iqbal aged 56 years is still alive. She has been living with her father since a long time. The son of the late Sir Mohd. Iqbal from this wife, Mr. Aftab Iqbal M.A.(London), Bar-at-Law aged about 36 is practising as a lawyer in Lahore. The mother of Javid

Iqbal and Munira Begum died about 4 years ago.

(نشان مثل ۱۹۳۸ء پولیٹیکل سیکرٹری آفس)

۲) ڈاکٹر قریشی نے دوسرے ہی دن یعنی ۲۸ جون ۱۹۳۸ء کو ایک دوسرا خط بھی لکھا جس میں مذکورہ بالا تفصیلات کے علاوہ حسب ذیل مزید امور پر بھی روشنی ڈالی ان باتوں سے علامہ مرحوم کی گھریلو زندگی کے چند واقعات پر بھی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

"Owing to some unfortunate circumstances which are too painful to be mentioned Sir Mohammed Iqbal had completely severed his relations with the widow and Mr. Aftab Iqbal long ago. He was paying the widow a maintenance allowance of Rs.30/- per mensem. Javid Iqbal and Munira Banu are the two minors in whom Sir Mohammed Iqbal was mainly interested and for whose future lives and careers he was a bit worried. Their mother the second wife of Sir Mohammed Iqbal, died some 4 years back. Considering the invaluable contribution of Sir Mohammad Iqbal to the world thought and oriental literature and in view of the great personal sacrifice he had to make in carrying out his creative work, Some provision for the dependents of Sir Mohammed Iqbal particularly for the minors, Javid Iqbal and Munira, will be highly appreciated by all.

I submit the following proposals for your kind and favourable consideration.

1. Javid Iqbal be granted an allowance of B.G.Rs.125/– per mensem till the completion of his education.
2. Munira Banu be granted an allowance of B.G. Rs.75/– per mensem till the completion of her education or till she gets married.
3. The widow, the mother of Mr. Aftab Iqbal, be granted a life pension of B.G. Rs.50/– per mensem.

(نشان مثل ایضاً)

۳۔ ڈاکٹر قریشی کے دونوں خطوط پر سر حیدری صدر اعظم جناب فخر یار جنگ فینانس ممبر کونسل اور مسٹر مہدی یاور جنگ صدر المہام فینانس کے درمیان مراسلت چلتی رہی بالآخر انہوں نے اپنے محکمہ کو ہدایت جاری کی کہ بیوہ کے نام تیس روپے ماہوار اور دونوں بچوں کو ساٹھ ساٹھ روپے ماہوار وظائف جاری کرنے کے لیے نظام

کی خدمت میں عرضداشت پیش کی جائے۔ جب یہ کارروائی کونسل کے ارکان میں برائے گشت پیش کی گئی تو مہدی یار جنگ نے لکھا کہ بیوہ کے لیے ۳۰ روپے ماہوار کی بجائے ۵۰ روپے ماہوار دی جائے۔ دیگر ارکان نے اس سے اتفاق کیا البتہ کونسل میں مزید مباحث کے بعد ڈاکٹر اقبال کے بڑے فرزند آفتاب اقبال صاحب کو یکمشت عطیہ دو ہزار کلدار منظور کرنے کی سفارش کی گئی تاکہ وہ اپنے پیشہ وکالت کو مستحکم بنا سکیں۔

نظام حیدر آباد نے ۱۵ رمضان ۱۳۵۷ھ اس سلسلے میں جو فرمان جاری کیا وہ یہ ہے۔

"ڈاکٹر اقبال کی قومی خدمات کے لحاظ سے ان کی بیوہ کے نام پچاس روپے ماہوار تا حیات اور کم سن لڑکے کے نام پچاس روپے ماہانہ تا ختم تعلیم اور لڑکی کے نام پچاس روپے تا کتخدائی جاری کیا جائے۔

مرحوم کا تعلق ہماری ریاست سے نہ ہونے کے باوجود ان کے پسماندگان پر احسان کیا جاتا ہے تو ان کے فرزند کلاں کو یکمشت رقم دینا چہ معنی دارد وہ بھی ایسے شخص کو جو قانونی پریکٹس سے اپنی روزی کما رہا ہو۔ لہذا اس کی ضرورت نہیں۔"

(۴) وظیفہ کے اجراء کے سلسلے میں ڈاکٹر مظفر الدین قریشی سے دریافت کرنے پر انہوں نے حسب ذیل بیوہ اور بچوں کے نام ارسال کیے۔

۱۔ کریم بی بی (لیڈی اقبال) پتہ ۹۴۔ میکلیوڈ روڈ لاہور

۲۔ جاوید اقبال	پتہ۔ جاوید منزل۔ میو روڈ لاہور
۳۔ منیرہ بانو	

۵۔ مراسلہ دفتر اگزامینر سول و ملٹری اکاؤنٹس نشان ۴۰۲ مورخہ ۱۷ خورداد ۳۴۸ ف سے ظاہر ہے کہ طاہر الدین صاحب چودھری محمد حسین صاحب اور اعجاز احمد صاحب تین اشخاص کے نام ڈاکٹر اقبال نے اپنی حیات میں بطور ولی نابالغان تجویز کیے تھے۔ (مثل نشان (پولیٹیکل سیکرٹری آفس نظام اسٹیٹ ۳۸ ۱۹ء)

۶۔ اعجاز احمد صاحب کے بارے میں آفتاب اقبال کے حوالے سے معلوم ہوا کہ وہ دہلی میں کرشل جج تھے۔

آفتاب اقبال اور علامہ اقبال

علامہ اقبال کی گھریلو زندگی کا ایک رخ آفتاب اقبال کے حیدر آبادی عہدیداران سے ان کی مراسلت، اپنی معاشی مشکلات کے سلسلے میں حصول امداد کے ضمن میں ان کی مسلسل دوڑ دھوپ اور خط و کتابت کی وجہ کسی اشاعت میں درج ہوتا رہا ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر اقبال مرحوم کے چند خطوط بھی ان امثلہ میں شریک ہو سکتے ہیں جو اپنی اصلیت کے اعتبار سے غالباً ابھی تک منظر عام پر نہیں آسکے ہیں۔ اس سلسلے میں پہلی کارروائی اس وقت کی ہے جبکہ آفتاب اقبال صاحب لندن میں زیر تعلیم تھے۔ اور حیدر آباد کا ایک سرکاری وفد بسلسلہ دستور و وفاقی مذاکرات پر وہاں گیا ہوا تھا۔ غالباً سر اکبر حیدری سے اپنے والد کے شخصی روابط کی وجہ سے آفتاب اقبال نے

ان تک رسائی حاصل کی ہو گی

حیدرآباد ی ڈیلیگیشن کے انیسویں اجلاس منعقدہ الیگزنڈرا ہوٹل۔ ہائیڈ پارک کارنر لندن بتاریخ ۷ جنوری ۱۹۳۱ء جس میں حسب ذیل افراد شریک تھے :

۱۔ سر اکبر حیدری
۲۔ سر رچرڈ ٹرینچ
۳۔ نواب مہدی یار جنگ بہادر
۴۔ نواب سر امین جنگ بہادر
۵۔ سر ریجنالڈ گلانسی
۶۔ مسٹر چغتائی۔ سیکرٹری

حسب ذیل قرارداد منظور کی گئی :

10. It was resolved that an advance of £ 190 should be made to Aftab Iqbal and that the matter should be laid before the council when the Delegation returned to Hyderabad.

جب یہ مسئلہ کونسل میں پیش کیا گیا تو روئداد اجلاس باب حکومت ۱۶۔ امرداد ۔ ۱۳۴۰ف سے ظاہر ہے کہ :-

" آفتاب اقبال صاحب کے خاندانی اعزاز کے لحاظ سے ارکین حیدرآباد نے اپنی زیر تنخواہ رقم سے ایک سو نوے پونڈ بطور قرض حسنہ جو صاحب موصوف کو اس غرض سے دیا کہ یہ ایک معزز خاندانی کا ہندوستانی طالب علم بحالت عسرت انگلستان میں پریشان حال نہ رہے۔ اس کی بابجائی کرائی جانے کا مسئلہ جب حسب رزلیوشن فقرہ ۱۰ منظورہ اجلاس بیست و ہشتم ڈیلیگیشن منعقدہ ۷۔ جنوری ۱۹۳۱ء بمقام لندن کونسل میں پیش ہونے پر بہ اتفاق طے پایا کہ آفتاب اقبال صاحب کے مالی مشکلات کے مدنظر قرض حسنہ معاف کیا جا کر عطیہ متصور کیا جائے۔

(دستخط مہاراجہ کشن پرشاد صدر اعظم)

قبل ازیں ۷۔۱۰ دسمبر ۱۹۳۰ء نیشنل انڈین ایسوسی ایشن (۲۱۔ کرام ویل روڈ ساوتھ کنسنگٹن ایس ڈبلیو) کی سیکرٹری مس آف جے بیگ نے بھی ایک خط حیدرآبادی ڈیلیگیشن کے لندن پہنچنے پر سر اکبر حیدری کو لکھ کر موصوف کی توجہ جناب آفتاب اقبال کی مالی مشکلات اور ان کی ممکنہ امداد پر مبذول کرائی تھی لیکن بعض وجوہات کی بنا پر اس وقت وہ ان کی مدد نہیں کر سکے۔ لیکن جب اکبر حیدری کو جناب آفتاب اقبال نے شخصی طور پر متوجہ کیا تو مذکورہ مالی امداد انہیں دی گئی۔ سر اکبر حیدری کے نام ایک خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تعلیمی معیار سے ایک ہونہار طالب علم تھے جیسا کہ حسب ذیل معلومات سے عیاں ہیں۔

- ۱۹۱۶ء میں انہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے درجہ اول میں میٹرکولیشن کامیاب کیا
- ۱۹۱۸ء میں سینٹ اسٹیفنس کالج دہلی سے ایف اے کا امتحان درجہ دوم میں کامیاب کیا
- ۱۹۲۰ء میں بی اے کا امتحان درجہ اول میں فلاسفی میں آنرز اور معاشیات اختیاری مضمون کے کامیاب کیا۔
- جولائی ۱۹۲۲ء میں لندن یونیورسٹی سے بی۔ اے کا امتحان درجہ اول میں فلاسفی میں آنرز اور سماجیات ایک ذیلی مضمون کے ساتھ کامیاب کیا۔
- ۱۹۲۴ء میں اسی یونیورسٹی سے ایم۔ اے کا امتحان کامیاب کیا۔ تخصیصی مضمون Dissertation کیمرج کے پروفیسر ڈاس ہکس Prof. Dawes Hicks کے زیر نگرانی ما قبل کانٹی دور اور کانٹی فلسفہ میں تصور خود شناسی

The conception of Self- consciousness in Pre-Kantian and Kantian philosophy.

کے عنوان پر تحریر کیا۔

- لندن یونیورسٹی کے مدرسہ علوم مشرقیہ School of Oriental Studies میں دو سال تک اردو کے لیکچرر کے طور پر ملازمت کی۔
- نومبر ۱۹۲۴ء تا جون ۱۹۲۶ء پنجاب واپس آکر انڈین ایجوکیشنل سروس میں ملازمت کے لیے کوشاں رہے لیکن کوئی مخاطرہ جا بہ ادنہیں نکل سکی اس لیے انگلستان واپس ہو گئے۔
- ۱۹۲۴ء میں لنکنز ان Lincoln's Inn میں شریک ہو گئے اور قانون کی تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ اور ۱۹۲۹ء میں بار ایٹ لا کے تمام امتحان کامیاب کر لیے لیکن خانگی وجوہات کی بنا پر وکالت شروع نہ کر سکے۔

خانگی وجوہات میں جیسا کہ ظاہر ہے کہ مالی مشکلات ہی تھیں جن کی بنا وہ ایک سو پچاس پونڈ کی امتحانی فیس ادا نہیں کر سکتے تھے اور سند کے حصول سے محروم تھے۔ سر اکبر حیدری نے مذکورہ رقم سے زیادہ رقم انہیں دلوائی تاکہ وہ لندن میں رہ کر وکالت کے پیشہ کو مستحکم کر سکیں۔ سر اکبر حیدری کو جناب آفتاب اقبال نے ملاقات کے دوران کافی متاثر کیا تھا چنانچہ وہ جناب فخر الدین (فخر یار جنگ) کو ان کے سلسلے میں ایک سفارشی خط میں لکھتے ہیں۔

"I have seen Mr. Aftab Iqbal and he impressed me very favourably. He spoke exceedingly well at a gathering at which Col. Patterson the Political ADC to the Secretary of State and several others were present. I should like you very much to kindly help him in the University with regard to examinership

and translations I have written in similar terms to Fazl Mohammad Khan and I hope you two together will be able to do something to help this youngman who I think will be an asset to community letter on'''

(From Hyde Park Hotel, Knights Bridge,
London SW1 dt. 1st January, 1931)

(نشان مثل ۱۵۸ - کلیات ۱۳۳۸ ف دفتر پیشی باب حکومت)

سر اکبر حیدری کی مراد غالباً یہ تھی کہ دار الترجمہ جامع عثمانیہ وغیرہ میں انہیں کسی جائیداد پر مقرر کر لیا جائے لیکن بدقسمتی سے اس وقت کوئی جائیداد کہیں بھی خالی نہیں تھی۔

۲۹ مارچ ۱۹۳۱ء کو سر اکبر حیدری کے نام جناب آفتاب اقبال نے لاہور (Shiffles Hotel, سے ایک خط میں اپنی مالی مشکلات۔ والد کے عدم التفات۔ جائیداد سے محرومی وغیرہ کا شکوہ کرتے ہوئے انہیں توجہ دلائی کہ وہ سر اقبال کو ان کی مالی مدد پر آمادہ کریں۔ چنانچہ سر اکبر حیدری نے علامہ اقبال کو حسب ذیل خط لکھا۔

"I venture to write to you upon a very delicate subject. Your son Aftab Iqbal appealed to me for help in London and I confess that I was very favourably impressed by him. His impecunious condition was the talk of the Muslim community there. If I was distressed on his account, I was still more distressed on account of slur of blame which people cast on one whom I have always regarded as a great man and a great muslim. I do not know the cause of your displeasure with your son, but I do implore you to consider whether it would not possible for you to give him countenance and help till he is able to maintain himself.

I ask you to believe that in making this representation I am animated only by the friendliest motives".

(نشان مثل ایضاً)

اس خط کا جواب ڈاکٹر سر محمد اقبال ایم۔ ایل۔ سی بیرسٹر ایٹ لا۔ لاہور نے ۲ مئی ۱۹۳۱ء کو سر اکبر حیدری کو دیا اس خط کے سر تحریر Private Confidential لکھا ہوا ہے اور یہ علامہ کا پہلا اصلی خط ہے جو ریاست حیدرآباد کے سرکاری امثلہ میں محفوظ ہے۔ خط کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

"My dear Sir Akbar,

Thanking you so much for your letter which I received a moment ago. The story is long and too painful to relate. I am sure if you had known all the facts you would have found it difficult to write to on his behalf. Indeed I avoided meeting you at Delhi as I thought he might become the subject of our conversation which would report my peace of mind for time. I have already helped him beyond my capacity. In spite of the manner in which he has been behaving towards me and other members of our family. No father can read with patience the nasty letters which he has written to us. And which he is doing now is only part of the blackmailing scheme of which he has been availing himself

for some time. However it is not possible for me now to help him. I am an old man with indifferent health with no hope from any side and with two small children to provide for. If I had been a rich man I might have done something even though he does not disown my thing.

I suppose for known nothing of my circumstances. Nature has given me certain things and withheld others I am perfectly contented and my lips have never known a word of complaint. Perhaps you are the first person to whom I have written which I have written not before. I hate parading my woes,for the world is on the whole unsympathetic and anybody has not got Sir Akbar's nature possessing a wide range of sympathy. I know you helped him partly because he favourably impressed you and partly because of me. Your generous nature could not have done otherwise. But I am sure you would have a far perfect act of kindness, both to myself and to him, if you could have given him a suitable job in the Osmania University.

Hoping you are well and with respects to Lady Hyderi of whom I was reading the other day in Mrs. Pyme's book "The Lawrence of India".

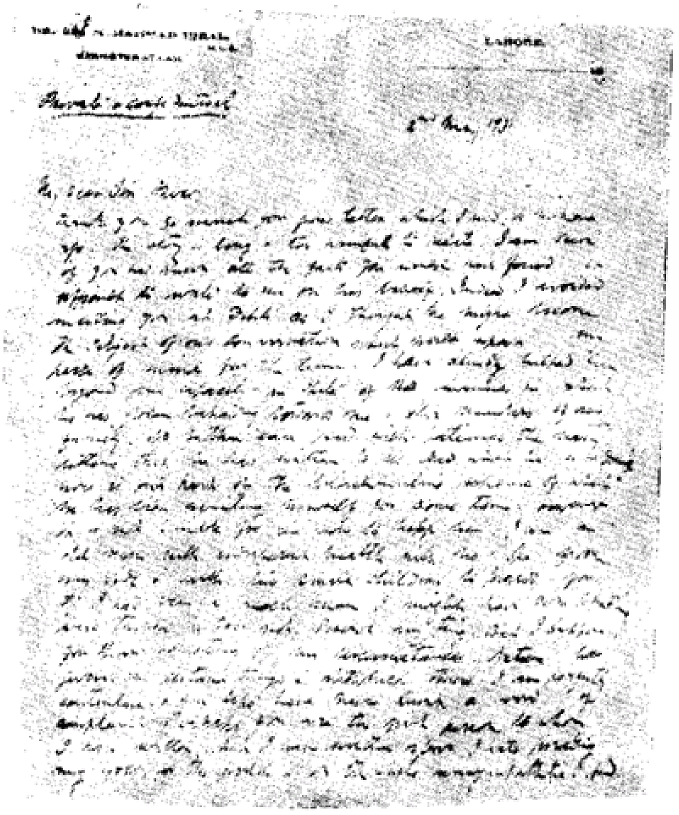
LAHORE.

Private & confidential

My dear Sir Akbar

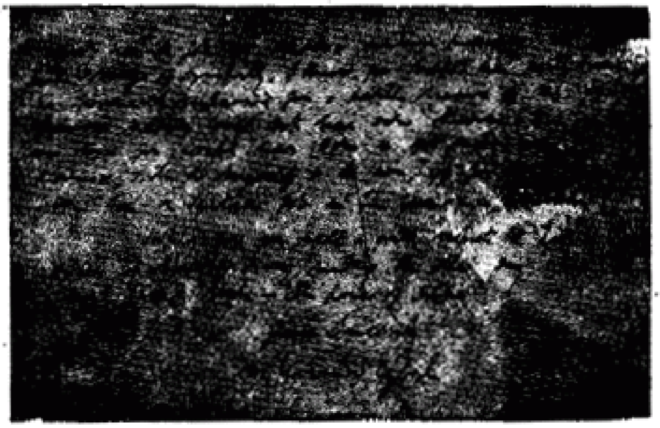

علامہ اقبال کا خط مورخہ ۲ مئی ۱۹۳۱ء
سر اکبر حیدری کے نام :

(نشان مثل ایضاً)

اس خط کے جواب میں سر اکبر حیدری نے سر محمد اقبال کے موقف کو سراہتے ہوئے اور جناب آفتاب کا بوجھ نہ اٹھا سکنے کی ان کی مجبوری کی وجوہات کا اندازہ کیا اور انہیں یقین دلایا کہ وہ آفتاب اقبال کے لیے عثمانیہ یونیورسٹی میں کوئی جگہ دلانے کی کوشش جاری رکھیں گے۔ سر اکبر حیدری کے مختصر خط مورخہ ۱۱ مئی ۱۹۳۱ء کا جواب ڈاکٹر اقبال نے فوراً یعنی ۱۴ مئی ۱۹۳۱ء کو دے دیا اور یہ خط بھی اصلی حالت میں محفوظ ہے۔

"Thank you so much for your kind letter which I received a moment ago. This youngman has already spent about 70000/– on himself.Out of this sum he borrowed according to his own statement Rs.50000/– from England. I gave Rs. 10000/– to his mother and she spent all this on him besides the amount which she and her father gave the boy.

Only a month or two before his arrival I was persuaded to give him Rs.1000/– and a few days after his arrival in India I received the first letter of one of his many creditors in England. With all this he is writing black-mailing letters very now and then. I wanted to send you a copy of his last letter to me. But I did not do so mainly because I thought you would cease to sympathise with him. The following persian verse applies to my present state of mind.

آں جگر گوشہ ہماں شد کہ من اول گفتم ۔ کہ چو شو پدلش از شیر جگر خوارہ شود

PS: I wish you had halted at Bhopal while going to Simla.

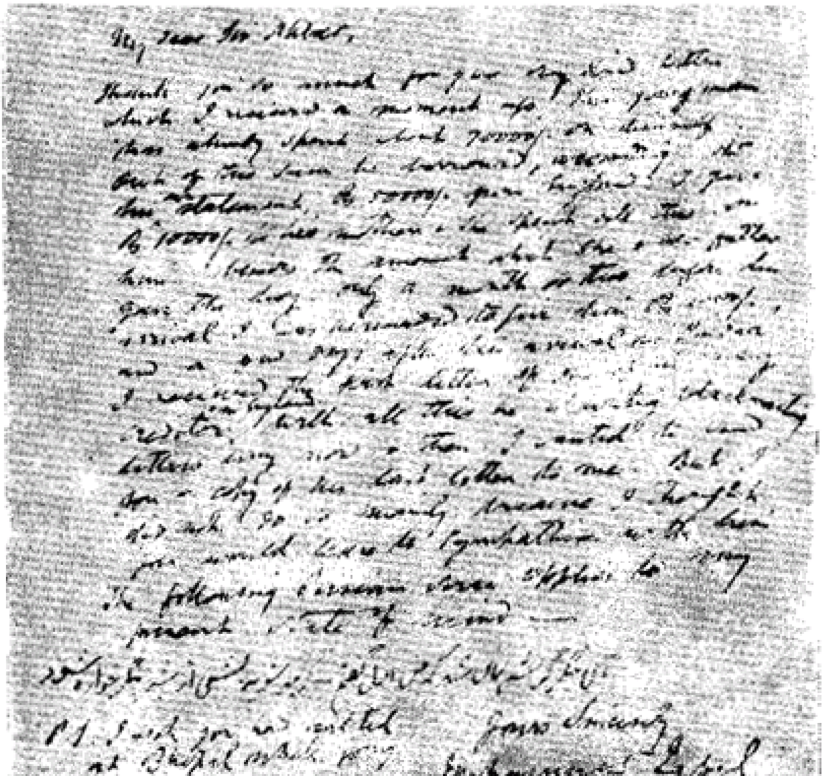

My dear Sir Akbar,

Thanks you so much for your very kind letter which I received a moment ago. ...

... statement ...

... sympathise ...

... the following ...

... present state of mind ...

Yours sincerely
Muhammad Iqbal

علامہ اقبال کا خط مؤرخہ ۱۴ مئی ۱۹۳۱ء،
سر اکبر حیدری کے نام :

(مثل نشان ایضاً)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر اقبال نے اس خط لکھنے کے بعد بھوپال کا سفر اختیار کیا ہوگا۔ اور سر اکبر سے ملاقات کی دیگر وجوہات کے منجملہ مالی امداد سے متعلق وہ کارروائی بھی ہوگی جو ان دونوں حکومت حیدرآباد کے زیر غور تھی۔

ڈاکٹر سر اقبال کے سر اکبر حیدری کے نام ایک اور خط کی نقل کے بموجب یہ خط ڈاکٹر صاحب نے ثانی الذکر کے کسی خط کے سلسلہ میں لکھا تھا جو انہیں پہنچا یا گیا تھا۔ یہ خط ۲/ فروری ۱۹۳۷ء کو لاہور سے لکھا گیا ہے اور اس پر بھی Private & Confidential لکھا ہوا ہے۔ خط کا مضمون یہ ہے۔

I am enclosing herewith a letter which I received last night by post. Since this was the only enclosure in the envelop which I received I can not say who has sent it to me. It appears from its contents however, that Aftab wrote to you some letter to which the enclosed letter is a reply. I suppose you know that the writer of this letter is a perfect stranger to me and has been so fer many years. It is impossible for me to describe how he has behaved in all these years. However, the sole object of the letter I am writing to you is to put you on your guard against this youngman who has been a constant source of pain to me. I cannot conceive of him writing to you or to other friends of mine without having some sort of mischief in his mind. Taking advantage of your good nature he is trying to give you the impression of some sort of a reconcilliation between me and him. Such a thing is simply impossible and his only object in writing to you is, I believe to get some money out of you. As you know he did so before and fully exploited your generous nature. I do hope you will not encourage him to write letters to you any more.

I hope you are in the enjoyment of the best of health. Please do remember me to lady Hydari".

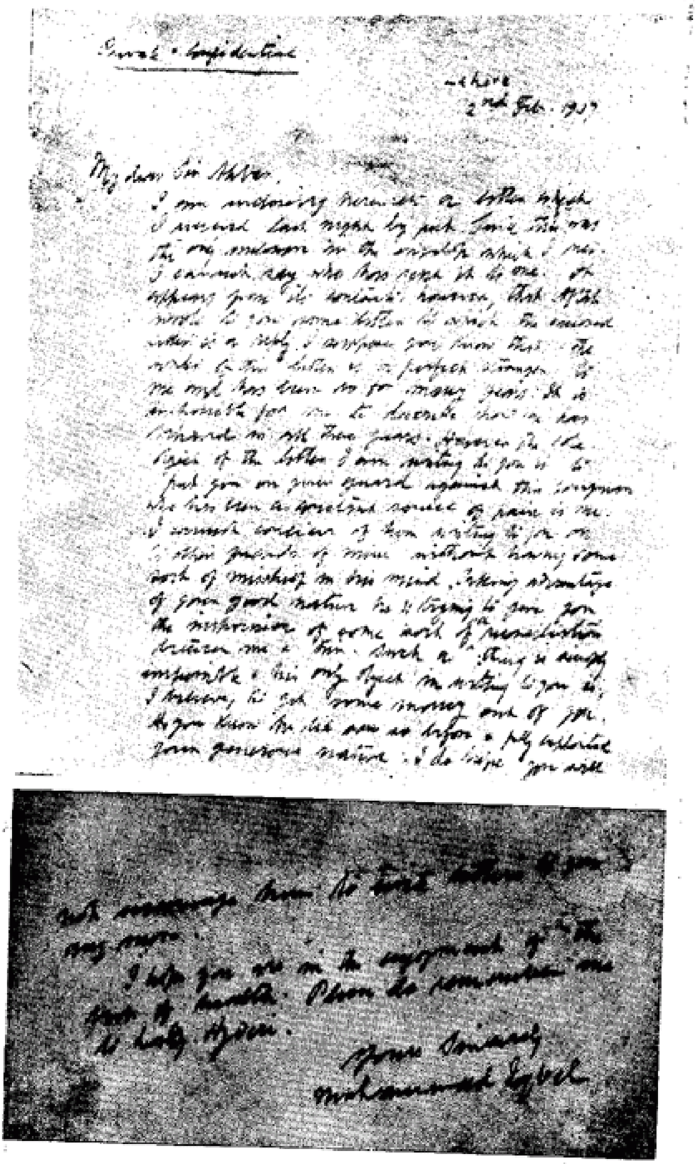

Private & Confidential

Lahore
2nd Feb. 1937

My dear Sir Akbar,

I am enclosing herewith a letter which I received last night by post. Since this was the only enclosure in the envelope which I received I cannot say who has sent it to me. It appears from its contents, however, that Aftab wrote to you some letter to which the enclosed letter is a reply. I suppose you know that the writer of this letter is a perfect stranger to me and has been so for many years. It is impossible for me to describe what he has done towards me all these years. However the idea of the letter I am writing to you is to put you on your guard against this young man who has been a constant source of pain to me. I cannot conceive of him writing to you or to other friends of mine without having some sort of mischief in his mind, taking advantage of your good nature & trying to give you the impression of some sort of reconciliation between me & him. Such a thing is simply impossible & his only object in writing to you is, I believe, to get some money out of you. As you know he did so before & fully exploited your generous nature. I do hope you will not encourage him to write letters to you any more.

I hope you are in the enjoyment of the best of health. Please do remember me to Lady Hydari.

Yours sincerely
Muhammad Iqbal

علامہ اقبال کا خط مورخہ ۲- فروری ۱۹۳۷ء
سر اکبر حیدری کے نام:

اس خط کے جواب میں سر اکبر حیدری نے سر اقبال کو ۲ر فروری ۱۹۳۸ء کو لکھا۔

"It is not easy for me to answer your kind letter making me aware of how, quite unwitingly, I have been responsible for causing you pain. Believe, had I been conversant with the unpleasant circumstances to which you refer. I should undoubtedly have ignored the appeal.

I am most grateful for your warning advice, and venture to express my sympathetic hope that further attempts so, to exploit your great and honoured name will be effectively arrested.

Hoping that your health is better and that you are managing to get some real rest and peace.

(نشان مثل ایضاً)

یہ آخری خط ہے جو سر اکبر حیدری نے علامہ اقبال کو لکھا اس کے بعد مثل میں جناب آفتاب اقبال کے چند خطوط ہیں جس میں مالی امداد کے لیے ان کی مساعی کی ناکامی کا شکوہ ہے۔ یہ مارچ و اپریل میں لکھے گئے تھے ۱۲/ مئی ۱۹۳۸ء کے ایک خط میں انہوں نے علامہ کی پہلی بیوی کے لیے گزارہ مقرر کرنے کی درخواست کی ہے کیونکہ علامہ مرحوم ان کے لیے کچھ چھوڑ کر نہیں گئے۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ قریبی زمانہ میں ہی علامہ کا انتقال ہوا ہوگا۔

جناب آفتاب اقبال کی سفارش میں مشہور قادیانی لیڈر سر ظفر اللہ خان نے جو برطانوی ہند کی کونسل میں ممبر تھے سر اکبر حیدری کے نام ۹/ مئی ۳۸ء کو شملہ سے ایک خط میں لکھا تھا۔

I believe you have already been approached in the matter of rendering some help to Dr. Aftab Iqbal, M.A.Ph.D., Bar-at-Law eldest son of the Late Dr.Sir Muhammed Iqbal. Dr. Aftab Iqbal is a young man of great talent and promise but to my certain knowledge he is passing through a period of great distress and you will be helping in a very deserving case if you can do anything for him. I do hope it will be possible for you to render substantial help to Aftab Iqbal."

(مثل نشان ۸۰۵/ کلیات ۴۷/۱۳۴۳ف صیغہ باب حکومت)

سر ظفر اللہ خان نے یہ خط اپنے سرکاری پیڈ پر "ووی اسٹریٹ شملہ" سے لکھا تھا اور اس پر جو کارروائی ہوئی وہ بھی اس قدر تھی کہ جناب آفتاب اقبال کو توشک خانہ عامرہ سے وقتاً فوقتاً جو امداد دی گئی تھی (چھ سو روپے کلدار اور ایک سو پونڈ) اس کی تفصیلات معلوم ہو سکیں۔

جناب آفتاب اقبال کے ۲۹/ اکتوبر ۱۹۳۹ء روانہ ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اسلامیہ کالج لاہور میں صدر شعبہ انگریزی کی جائیداد پر ملازمت مل گئی تھی لیکن وہ اپنی شادی اور گھر بنانے کے لیے امداد کے محتاج تھے۔ ان کے ایک دوسرے خط سے جو ستمبر ۱۹۴۱ء کو لکھا گیا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ریاست حیدر آباد سے لیڈی اقبال کو پچاس روپے سکہ حالی کا وظیفہ مقرر ہو گیا تھا لیکن آفتاب اقبال صاحب اس میں اضافہ کے خواہشمند تھے لیکن انہیں دونوں امور کے سلسلے میں اخلاقاً نفی میں جواب دے دیا گیا۔ کیونکہ جنگ عظیم دوم اور معاشی بحران کی وجہ سے ریاست ان دنوں سخت مشکلات سے دوچار تھی۔

اُردو اکیڈمی

ڈاکٹر اقبال نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں "اردو اکیڈمی" کے نام سے کوئی ادارہ قائم کیا تھا ان کے دوران حیات مختلف امدادی کارروائیوں میں اس کا تذکرہ نہیں ملتا البتہ ان کے انتقال کے بعد محکمہ باب حکومت کے ایک مراسلہ میں دریافت کیا گیا ہے۔

"ڈاکٹر صاحب مرحوم کی سفارش پر اردو اکیڈمی کو امداد دینے کی اگر کوئی کارروائی آپ کے دفتر میں موجود ہو تو وہ کاغذات بھی مثل مطلوبہ کے ساتھ روانہ فرمائے جائیں۔" (مراسلہ نشان ۴۴/۱۰۰ مورخہ ۹ بہمن ۱۳۴۹ف، مثل ۲۳/۵/ط ۔ پولیٹیکل سیکرٹری آفس ۱۹۴۲ء)

یہ مراسلہ جناب خواجہ معین الدین انصاری معتمد صدر اعظم باب حکومت نے معتمد سیاسیات کو لکھا تھا لیکن جواباً یہ بات معلوم ہوئی کہ ایسی کوئی مثل اس محکمہ میں نہیں ہے۔ جو خط نظام کا نواب بھوپال کے نام لکھا گیا تھا اور جس میں علامہ اقبال کی مالی امداد سے معذرت کا اظہار کیا گیا تھا۔ بظاہر اس کے بعد کوئی کارروائی اس سلسلہ میں نہیں چلی ہوگی۔

علامہ اقبال کی یادگار کے قیام کی تحریک

۱۹۴۳ء کے لگ بھگ حیدرآباد میں علامہ اقبال کی یادگار کے قیام کی تحریک بلدہ میں شروع ہوئی تھی اور اس میں عوامی حلقوں کے علاوہ سرکاری عہدہ دار وغیرہ بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے اس سلسلے میں نظام نے جناب معین نواز جنگ بہادر معتمد باب حکومت کے نام "راز" میں حسب ذیل نیم سرکاری فرمان جاری کیا۔

"اخبارات کو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اقبال شاعر پنجاب کی یادگار میں جو جو کام یہاں ہو رہے ہیں ان میں ممبران کونسل اور دیگر عہدہ داران سرکاری شریک ہیں۔ اس حالت میں کیا یہ مناسب ہوگا کہ فرقہ وارانہ کام حالات حاضرہ کے تحت ہو۔ میرے خیال میں سرکاری عہدہ داروں کو اس میں شریک نہ ہونا چاہیے۔ تاہم کونسل کی کیا رائے ہے اس سے اطلاع دی جائے تو مناسب ہوگا۔ (۸ جمادی الاول ۱۳۶۲ھ مثل نشان ۱۲۔ ۱۳۵۳ف دفتر پیشی صدر اعظم باب حکومت)

چنانچہ اس مسئلہ پر باب حکومت نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۳۔ تیر ۱۳۵۳ف غور کیا جو کرنل نواب سر محمد احمد سعید خان (چھتاری) صدر اعظم باب حکومت کی صدارت میں ہوا اور جس میں اراکین کونسل شریک تھے۔

(۱) نواب سر عقیل جنگ بہادر صدر المہام صنعت و حرفت
(۲) نواب مہدی یار جنگ صدر المہام تعلیمات
(۳) میجر جنرل نواب خسرو جنگ صدر المہام فوج و طبابت
(۴) راجہ دھرم کرن صدر المہام تعمیرات
(۵) جناب غلام محمد صدر المہام فینانس
(۶) جناب ڈبلیو۔ وی گرگسن اسکوائر صدر المہام مال و کوتوالی
(۷) جناب نواب عالم یار جنگ صدر المہام عدالت و امور مذہبی کونسل نے باتفاق طے پایا کہ

"حضرت بندگان اقدس نے بکمال تدبر شاہانہ ممبران کونسل اور سرکاری عہدہ داروں کے فرقہ وارانہ کاموں میں شریک نہ ہونے کی نسبت جو خیال ظاہر فرمایا ہے وہ بالکل بجا و درست ہے جس سے کونسل کو بالکلیہ اتفاق ہے۔ البتہ اقبال مرحوم کی حد تک کونسل یہ عرض کرنے کی جرأت کرتی ہے کہ اگرچہ اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعہ مسلم قوم کو بیدار کرنے کی کوشش کی لیکن اس کے ساتھ ہی ان کا کلام فرقہ واریت یا تعصب سے مبرا ہے اور ایک فلسفیانہ شاعر کی حیثیت سے ان کی تالیفات تمام ہندوستان میں بلکہ ہندوستان کے باہر بھی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ پس اقبال کی کوئی یادگار قائم کرنے کی تحریک پیش ہو اور اس میں ملازمین سرکار بھی اپنی نانگی حیثیت میں شریک کریں تو بظاہر کوئی قباحت نہیں پائی جاتی۔ آئندہ اس بارے

جس طرح ارشاد ہوگا اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

(نشان مثل ایضاً)

چنانچہ اس فیصلہ کے مطابق جب ۱۱ تیر ۱۳۵۳ ف کو نظام کی خدمت میں باب حکومت کا عرضداشتی مراسلہ پیش کیا گیا تو انہوں نے حسب ذیل سرکاری فرمان جاری کیا۔

"شاعر اقبال کی اگر آئندہ کوئی یادگار قائم ہو تو اس میں ملازمین سرکار صرف خانگی حیثیت سے شریک ہو سکتے ہیں مگر جہاں تک ممکن ہو سکے سینیئر عہدہ داران شریک نہ ہوں تو بہتر ہے۔ یہ میری ذاتی رائے ہے کہ زمانہ پُر آشوب ہے" (مثل ایضاً ۲۴ جمادی الاوّل ۱۳۶۳ھ) یہی نہیں بلکہ قبل ازیں ایک عام حکم بھی نظام نے اخبار میں شائع کر دیا تھا جس کے بموجب سرکاری عمارتوں کو بیرونی ملک کے مشاہیر کی یادگاریں منانے کے لیے نہ دینے کی بات کہی گئی تھی"۔

"آئندہ سے بیرونی ملک کے مشاہیر کی یادگاریں منانے کے لیے سرکاری عمارات نہیں دیے جا سکتے لہذا اس کے لیے کام کرنے والے دوسرے مقامات کا انتظام کر لیا کریں۔ ہاں وہ بات اور ہے کہ وہ امور جو کہ کسی ایک فرقہ سے منسوب نہ ہوں بلکہ اس کی نوعیت عام ہو اس کے لیے سرکاری عمارات دیے جا سکتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ آئندہ چل کر کوئی فرقہ وارانہ معاملہ نہ کھڑا ہو یا دوسروں کے لیے نظیر نہ بنے جس کا سدباب گورنمنٹ کو کرنا ضروری ہے کہ اس کا پوزیشن نازک ہے۔

(گورنمنٹ حیدرآباد کی پالیسی" شائع شدہ صبح دکن" مورخہ ۲۷ خورداد ۱۳۵۲ ف م ۶ جمادی الاوّل ۱۳۶۲ھ مثل نشان ۱۱/۵/۱۳۵۲ ف دفتر پیشی صدر اعظم باب حکومت)

حالانکہ کچھ ہی دن پہلے اس قسم کی کوئی پابندی نہیں جیسا کہ حسب ذیل اقتباس سے ظاہر ہے:

معتمد عمومی یوم اقبال نے تحریر کیا ہے کہ جشن یوم اقبال کے سلسلے میں علامہ اقبال سے متعلق ادب اور تصاویر کی ایک اعلیٰ نمائش کا انتظام کیا جا رہا ہے جو ایک ہفتہ تک جاری رہے گی۔ نمائش کے دوران میں جلسوں کا بھی انعقاد عمل میں آ رہا ہے۔ نمائش کے دوران جلسوں کے لیے مجلس استقبالیہ نے جس کے جناب نواب سرمہدی یار جنگ بہادر صدر ہیں ٹاؤن ہال کا تعین کیا ہے لہٰذا ۲۳ / خورداد ۱۳۵۳ ف سے یکم تیر ۱۳۵۲ ف ٹاؤن ہال کے استعمال کی اجازت چاہی ہے۔

(نشان مثل ۱۲/۷/۱۳۵۴ ف سیاسیات دفتر پیشی صدر اعظم باب حکومت)

اس کے لیے میں صدر المہام پیشی نواب کاظم یار جنگ نے حسب ذیل نیم سرکاری فرمان جاری کیا۔

"حسب حکم اقدس تحریم ہے کہ جشن یوم اقبال کے سلسلے میں ادب اور تصاویر کی نمائش اور جلسوں کے انعقاد کے لیے ۲۳/ خورداد سے یکم تیر ۱۳۵۲ ف تک ٹاؤن ہال کے استعمال کی اجازت دی جاتی ہے۔

مگر ساتھ ہی ہر سال ایسا ممکن نہیں ہے بعض کارکنوں کو چاہیئے کہ مقام کا خود انتظام کرلیں ۔ (۲۲۔ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ) (ایضاً)

انجمن حمایت اسلام کے جنرل سیکرٹری کی امداد کیلئے بارگاہ عثمانی میں عریضہ اقبال

انجمن حمایت اسلام لاہور کے سیکرٹری حاجی شمس الدین صاحب کی امداد کی نسبت ڈاکٹر اقبال وغیرہ نے ایک عرضی نواب عثمان علی خان بہادر کی خدمت میں پیش کی تھی اس عرضی پر نواب صاحب ممدوح نے ۲۸۔ شوال المکرم ۱۳۴۱ھ بصیغہ مذہبی فرمان جاری کرتے ہوئے متعلقہ صیغہ جات کی رائے پیش کرنے کی ہدایت جاری کیں چونکہ ہماری دلچسپی کا اصل موضوع ڈاکٹر صاحب موصوف ہیں جو اس عرضی کے ایک دستخط کنندہ تھے اور چونکہ اس میں دکن سے متعلق اقبال کے چند اشعار نقل کیے گئے ہیں اس لیے اس کی نقل حسب ذیل پیش کی جاتی ہے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عریضہ

بحضور پر نور حامی ملت اسلام مربی کافۂ انام منبع جود و سخا معدن حلم و حیا آصف جاہ مظفر الملک و الممالک نظام الملک نظام الدولہ ہز اگزالٹیڈ ہائنس میر عثمان علی خان بہادر جی سی ایس آئی فتح جنگ شہریار قلمرو دکن صانہا اللہ عن ارغات والفتن

ایک دن ناکام رہ کر محنت جانکاہ میں
محو تھا میں شکوہ ہائے قسمت کوتاہ میں
ناگہاں آئی دکن سے اک صدائے جانفزا
جس نے کچھ تسکین بخشی اندرِ جانکاہ میں
چارہ عیسیٰ نفس ہے گوش بر آواز درد
کام کیا شور و فغاں کا عہد آصف جاہ میں
دور عثمانی میں شد برباد گدا ہے بار یاب !
پیشتر منعم سے گوشِ التفاتِ شاہ میں!
کاوشِ جاں کا سکوں اس محشر آفات میں
ہے اگر ممکن کہیں تو ظلِ ظلّ اللہ میں !

اس کی چشم فیض میں یکساں ہیں پنجاب و دکن
فرق و قرب و بعد کیا جود و کرم کی راہ میں

آبیاری اس کی ہے سرسبزیٔ کشت امید
قدر دانی ثمرہ نخل کرشش جانکاہ میں!

اس کی بزم مملکت میں ہے پر کیف جام جب
خلق اے محبوب وہ محبوب خلق اللہ میں

اس کے حاجت مند کو کیا حاجت طول سخن
ہے اثر طومار کا جب قصۂ کوتاہ میں!

ہیں فلک کی انجمن میں جب تک انجم محو رقص
اور باقی ہے ضیاء فانوس مہر و ماہ میں

تیرا طالع ساطع و لامع رہے خورشید وار
یوں ہی ضوگستر رہے گردون بخت و جاہ میں

باغ عالم میں گل اقبال مشک افشاں رہے
خار کے مانند کھٹکے دیدۂ بدخواہ میں!

اعلیٰ حضرت۔

دعاگویان دولت و اقبال بارگاہ خسروی میں ایک ایسے خدمت گذار کو روشناس کرنے کی اجازت چاہتے ہیں جس نے اپنی عمر عزیز کے ۲۹ سال مسلمانان ہندوستان کی خدمت دینی و دنیوی پر بے غرض خالصۃً لوجہ اللہ صرف کر دیئے۔ اس سے ہماری مراد حاجی شمس الدین صاحب جنرل سیکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور کی ذات ہے۔ یہ ان چند درد دل اور توفیق عمل رکھنے والے نفوس کے بقیہ ہیں جنہوں نے ۱۸۸۵ء میں مسلمانوں کی زبوں حالی کا احساس کر کے مقاصد ذیل سے انجمن حمایت اسلام کی بنیاد ڈالی

۱۔ حمایت و اشاعت اسلام

۲۔ مسلمانوں کی مذہبی تاریخی اور دیگر علوم کا نشر و تحفظ

۳۔ لاوارث مسلمان یتیم لڑکوں اور لڑکیوں کی پرورش اور ان کی دینی و دنیوی تعلیم و تربیت کا انتظام

ان مقاصد کی تکمیل کے لیے انجمن نے واعظ مقرر کیے۔ ماہوار رسالہ جاری کیا۔ مسلمان لڑکیوں کو عیسائی مبلغین کی تعلیم و تحریص کے اثر سے بچانے کے لیے شہر لاہور کے مختلف محلوں میں زنانہ مدارس جاری کیے جن میں لڑکیاں دینی و دنیوی تعلیم حاصل کر رہی ہیں اس کے علاوہ ان کی ترغیب و تشویق کے لیے وظائف بھی مہیا کیے۔ لڑکوں کے لیے دو ہائی اسکول قائم کیے جن میں انگریزی کے علاوہ مذہبی تعلیم کا خاص

سامان کیا گیا ہے ان سے متعلق ایک ٹریننگ سکول بھی کھول دیا ۶۷، ابتدائی مدارس جاری کیے جن سے ۱۸ شہر لاہور میں ہیں اور ۴۹ مفصلات میں جہاں مفت تعلیم دی جاتی ہے اور اب ان میں متعلمین کی مجموعی تعداد ۶۷۵۳ ہے۔ ۱۸۹۲ء میں اسلامیہ کالج کی بنیاد رکھی گئی جو بتدریج منازل ارتقاء طے کرنے کے سبب ایک فرسٹ گریڈ کالج ہے جس میں سائنس اور آرٹس کی ایم۔ اے تک تعلیم دی جاتی ہے اس کے دارالاقامہ اور مذکورہ اسکولوں کے لیے عالی شان عمارتیں تعمیر کرائیں اور خریدیں۔

مسلمان بچوں کی مذہبی و اخلاقی تعلیم کے لیے انجمن نے اردو فارسی و عربی میں نصاب تیار کرائے جو سارے ہندوستان میں ہر دلعزیز ہیں اور اسلامی مدارس میں اور خانگی طور پر رائج ہیں۔

ان خدمات کے علاوہ اس انجمن کی وہ خدمت جو سب سے زیادہ قدر و تحسین کی مستحق ہے وہ لاوارث یتیم بچوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری ہے جس کی بدولت یہ اعدائے دین کے ہاتھوں دولت اسلام کھونے سے محفوظ رہتے ہیں۔ ان کے لیے ۱۸۸۶ء میں ایک یتیم خانہ قائم کیا گیا جس میں سے سینکڑوں یتیم لڑکے پرورش پا کر تعلیم پا کر فائز المرام اور بامراد نکلے اور رہزنوں کی دستبرد سے ایمان سلامت لے گئے۔ اسی عرصے میں انجمن نے ۴۴ یتیم لڑکیوں کو پرورش دے کر مناسب جہیز کے ساتھ بیاہ دیا۔ دماغی تعلیم کے علاوہ ان یتامیٰ کے لیے نجاری و خیاطی اور دوسری دستکاریوں کی تعلیم کے سامان بھی مہیا کیے۔

انجمن کی وسعت و اہمیت خدمات کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے تمام شعبوں پر علاوہ رقوم تعمیرات و خرید جائیداد کے اخراجات سالانہ کی مقدار ساڑھے تین لاکھ روپے ہے۔

اسلام پناہا۔

یہ ہیں کارنامے اسلام کی اس مشہور انجمن کے جس کی روح رواں اور بانیوں کے تنہا یادگار رکن یا عنصر حاجی صاحب ممدوح نے انجمن پر اپنی جان و مال اور ساری زندگی وقف کر دی ہے۔ قوم کی یہ خدمات انجام دیں مگر نہ ملک سے کسی معاوضہ کا طالب ہوا نہ حکومت سے کسی ناموری و خطاب کا خواہاں و ذوق دینی و ملی سے خاموشی کے ساتھ اسی خادمانہ جد و جہد میں عمر تمام کر دی۔ اور اس انہماک میں اپنی وجہ معاش اور ذاتی نفع و نقصان کی طرف کوئی توجہ نہ کی مگر اب پیرانہ سالی میں ضرورت اور قرض کے ہاتھوں سے بے بس اور لاچار ہیں ایک خادم دین و ملت کی اس ذاتی ضرورت اور تکلیف کے احساس نے فدویان دولت کو جرأت دلائی کہ حقیقت حال کو مسامع ہمایوں تک پہنچا کر ملتجی ہوں کہ

(۱) حاجی صاحب ممدوح کی بقیہ زندگی کے گذارہ کے لیے بارگاہ خسروی سے ایک معقول مستقل وظیفہ ماہوار مقرر ہو جائے اور

(۲) ان کے بار قرض سے جس کی مقدار پانچ ہزار ہے انہیں سبکدوش کیا جاوے تاکہ

ان کی دلجمعی و فراغ خاطر سے فرزندان اسلام کچھ دن اور مستفیض ہو سکیں اور باران قدر دانی ان کی خدمات دیرینہ کے شجر میں نئی شاخیں نکالے اور تازہ برگ و بار لائے

جب تک فلک پیر کی آنکھوں میں ہے نور
گردوں پہ مہ و مہر کا جب تک ہے ظہور!
عثمان علی شاہ رہے زیب سریر
با بخت جوان جاہ و ظفر عیش و سرور!

الملتمسان

(شرح دستخط فضل حسین (آنریبل خان بہادر میاں فضل حسین ایم۔ اے بیرسٹرایٹ لا وزیر صیغہ تعلیم گورنمنٹ پنجاب)

(شرح دستخط محمد ذوالفقار علی خان (آنریبل نواب سر محمد ذوالفقار علی خان کے سی ایس آئی ممبر کونسل آف اسٹیٹ انڈیا)

(شرح دستخط محمد اقبال (ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی بیرسٹرایٹ لا ر)

(اقتباس از مثل ۴ باب ا ۱۳۴۲ ف محکمہ باب حکومت صیغہ امور مذہبی)

اس عرضی پر صیغہ امور مذہبی نے ۲۸۔ ربیع الاوّل ۱۳۴۲ھ عرضداشت بارگاہ خسروی میں گزران کر مناسب ماہوار کے اجرا کی سفارش کی تھی چنانچہ فرمان بتاریخ ۶ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ ذیل جاری ہوا

"غرہ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ سے خاص طور پر مولوی شمس الدین صاحب کے نام ایک صد روپیہ کلدار ماہوار تاحیات جاری کیا جائے۔"